سیّدہ طاہرہ صدیقہ ناصر

یکے از مطبوعات
شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی
بسلسلہ صد سالہ جشنِ تشکر

حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا :-

"اے جانے والے ہم تیری نیک یادوں کو زندہ رکھیں گے ۔ ان تمام نیک کاموں کو پوری وفا کے ساتھ پوری ہمت کے ساتھ خدا تعالیٰ سے توفیق مانگتے ہوئے چلاتے رہیں گے ۔ اپنے خون کا آخری قطرہ تک ان کاموں میں حُسن کے رنگ بھرنے کے لئے استعمال کریں گے جو رضائے باری تعالیٰ کی خاطر تو نے جاری کئے ۔۔۔۔۔۔

ہم تجھ سے یہ عہد کرتے ہیں ۔
یعنی تیری یاد سے یہ عہد کرتے ہیں ۔

(الفضل ۲۲ جون ۱۹۸۲ء)

پیش لفظ

ہے شکر رب عزوجل خارج از بیاں

اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ہزار بار شکر ہے جس نے لجنہ کراچی کو صد سالہ جشن تشکر کے مبارک موقع پر کتب شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہوئی ہے۔

یہ کتاب ایک عظیم شخصیت حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی سیرت و سوانح پر لکھی گئی ہے۔ آپ نے جشن صد سالہ سے سولہ سال قبل ۱۹۷۳ء میں جماعت احمدیہ کے قیام پر سو سال پورے ہونے پر اظہار تشکر کے لئے صد سالہ جوبلی کا عظیم الشان منصوبہ جماعت کے سامنے پیش کیا تھا اور اس عالمگیر منصوبے کا ماٹو

"حمد اور عزم"

رکھا اور روزمرّہ کے لئے دعاؤں اور عبادات کا ایک پروگرام جماعت کے سامنے پیش کیا تھا۔ ایک راستہ دکھا دیا تھا جس پر دھیرے دھیرے چل کر جشن تشکر تک پہنچ گئے۔ الحمدللہ۔

یہ کتاب حضرت سیدہ طاہرہ صدیقہ حرم ثانی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے تحریر کی ہے۔ آپ فرماتی ہیں عجز و انکسار اور محبت آپ کی شخصیت کا نمایاں وصف تھا۔ آپ کا ایک قول جسے اپنے پرائے سب ہی بے ساختہ سراہتے ہیں۔

LOVE FOR ALL HATRED FOR NONE

آپ کی اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ اس قول کی سچی تصویر تھا۔ شادی کے بعد ان کو بہت تھوڑا ساتھ میسّر آیا مگر اس میں جو تربیت کا طریق اور شوہر کی محبت ملی وہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ میاں بیوی کے تعلق میں چھوٹی چھوٹی باتیں ہی تعلق بڑھانے یا گھٹانے کا باعث ہوتی ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دل جیت لینے کا وصف کمال حد تک عطا فرمایا تھا۔ خدا کرے ہمارے "قوّام" اس کتاب کو پڑھ کر عمل کر کے صحیح سنز لاج بن کر چمکیں۔

حضور کو جماعت کی خواتین کی تربیت کا اتنا خیال تھا کہ شادی کے بعد لجنہ ربوہ کی طرف سے ایڈریس کے جواب میں حضور نے آپا طاہرہ کو جو پہلا اور آخری پیغام عورتوں کے لئے دیا تھا وہ یہ تھا فرمایا:۔

"عورتوں کو یہ نصیحت کرنا کہ وہ غلبہ اسلام کی تیاری کے لئے اپنی تربیت کریں اور بچوں کی تربیت کریں اور اچھی طرح انہیں یہ بات کہیں کہ شاہراہِ غلبۂ اسلام پر آگے ہی آگے بڑھتی جائیں۔"

اللہ تعالیٰ تمام احمدی خواتین کو حضور کی آخری نصیحت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور غلبۂ اسلام کی گھڑی قریب سے قریب کر دے۔ آمین۔

سیکرٹری اشاعت امۃ الباری ناصر اور برکت ناصر کے علاوہ تمام معاونات جنھوں نے کتاب کے شائع ہونے اور بعد میں قارئین تک پہنچانے کی تمام ذمہ داری اٹھائی ہوئی ہے کو جزائے خیر عطا کرے۔ کانَ اللہُ معَھُمْ

سلیمہ میر
صدر لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض حال

ابتداء میں لجنہ کی خواہش پر میرا ارادہ تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی سوانح و سیرت پر ایک مختصر مضمون لکھوں۔ چنانچہ مَیں نے یہ مضمون لکھا اور اپنی تمام تر کوشش کے باوجود مَیں اسے زیادہ مختصر نہ لکھ سکی۔ حضور نے اپنی سوانح حیات مختلف ادوار میں تقسیم کر کے مجھے واقعاتی رنگ میں سنائی تھی۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ صبح ناشتے پر اور شام کی چائے پر قریباً ایک ڈیڑھ گھنٹہ آپ مجھ سے یہ واقعات بیان فرماتے۔ میری خواہش تو یہی تھی کہ ان بیان فرمودہ واقعات کی روشنی میں زیادہ تفصیل کے ساتھ آپ کی سوانح لکھتی لیکن طوالت کے خوف سے ایسا نہ کر سکی۔ میری تمام تر کوشش کے باوجود یہ مضمون کچھ طویل ہو گیا۔ اس لئے اسے کتابی شکل میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ سیرت کا حصہ جو کہ پہلے بہت ہی مختصر تھا اُسے دوبارہ لکھا اور کسی قدر تفصیل سے واقعات لکھے۔ لیکن اس حصے میں مجھے خود بھی یہ کمی محسوس ہوتی ہے کہ سیرت کے ضمن میں مَیں نے صرف وہی واقعات لکھے ہیں جو میرے ساتھ ذاتی طور پر پیش آئے۔ اور وسیع نظر سے حضور کی تمام زندگی پر نظر ڈالتے ہوئے سیرت کے مضمون کو بیان نہیں کیا۔

اس کی دو بنیادی وجوہات تھیں۔ ایک تو یہ کہ مؤخرالذکر صورت میں یہ مضمون بہت زیادہ وسیع ہو جاتا۔ دوسرا یہ کہ اس طرز پر لکھنے کے لئے زیادہ وقت درکار تھا جبکہ لجنہ کی یہ خواہش تھی کہ صد سالہ جوبلی کے سال میں اس کی اشاعت ہو جائے یہی وجہ ہے کہ سیرت کا حصّہ میں نے اس طرح سے لکھا ہے کہ واقعات بیان کرتی گئی ہوں اور کہیں کہیں ترتیب کا بھی خیال نہیں رکھ سکی۔ واقعات کے بیان میں بھی اختصار سے کام لیا ہے ورنہ دل تو یہی چاہتا ہے کہ ایک ایک لمحے کی رُوداد لکھ دوں۔

بہرحال حضور کی زندگی کی ایک ہلکی سی جھلک اس کتاب میں پیش کی گئی ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دُعا ہے کہ پڑھنے والے اس سے لطف بھی لیں اور فائدہ اٹھانے والے بھی بنیں۔ حصّہ سیرت لکھتے ہوئے مجھے خیال آرہا تھا کہ اگر اس کو پڑھ کر خاوندوں کا سلوک اپنی بیویوں سے بہتر ہو جائے تو اس کتاب کے لکھنے کا ایک مقصد پورا ہو جائے۔

خاکسار

طاہرہ صدیقہ ناصر

۶ر نومبر ۱۳۶۸ھ / ۱۹۸۹ء

ترتیب

سوانح حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رح

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی کے فرزند ارجمند اور حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد (آپ پر سلامتی ہو) کے پوتے اور تیسرے روحانی جانشین تھے۔

ولادت

امام وقت مسیح الزمان سیدنا حضرت اقدس کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار الٰہی خبروں میں عظیم بشارتیں آپ کے ہاں ہونے والی اولاد کے متعلق دیں۔ آپ کا ہر بچہ مبشر اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نشان تھا۔ اولاد کے متعلق ان ہی عظیم بشارتوں میں آپ کو ایک پانچویں بیٹے کی بشارت بطور "نافلہ" دی گئی۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں :۔

"بیالیسواں نشان یہ ہے کہ خدا نے نافلہ کے طور پر پانچویں لڑکے کا وعدہ کیا تھا جیسا کہ کتاب مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۱۳۹ میں اس طرح یہ پیشگوئی ہے :۔

"وَبَشَّرَنِیْ بِخَامِسٍ فِیْ حِیْنٍ مِّنَ الْاَحْیَانِ"

یعنی پانچواں لڑکا چو چار کے علاوہ بطور نافلہ پیدا ہونے والا تھا اس

کی خدا نے مجھے بشارت دی کہ وہ کسی وقت ضرور پیدا ہوگا۔ اور اس کے بارہ میں ایک اور الہام بھی ہوا کہ جو اخبار الحکم اور البدر میں مدّت ہوئی کہ شائع ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے کہ :۔

اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ نَافِلَۃً لَّکَ ۔ نَافِلَۃً مِّنْ عِنْدِیْ ۔

یعنی ہم ایک اور لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں کہ وہ نافلہ ہوگا۔ یعنی لڑکے کا لڑکا۔ یہ نافلہ ہماری طرف سے ہے"

(حقیقۃ الوحی ص۲۱۸ تا ص۲۱۹)

اس موعود بچے کی ولادت کی بشارت اللہ تعالیٰ نے مصلح موعود کو بھی عطا فرمائی چنانچہ ۲۶ ستمبر ۱۹۰۹ء کے ایک مکتوب میں آپ نے تحریر فرمایا :۔

"مجھے بھی خدا نے خبر دی ہے کہ میں تجھے ایک ایسا لڑکا دوں گا جو دین کا ناصر ہوگا اور اسلام کی خدمت پر کمربستہ ہوگا"

سو ان بشارتوں کے عین مطابق ۱۶ نومبر ۱۹۰۹ء کو سیدنا حضرت مصلح موعود کے ہاں حضرت سیّدہ محمودہ بیگم صاحبہ (اُمّ ناصر) کے بطن سے بیٹا پیدا ہوا جن کا نام مرزا ناصر احمد رکھا گیا۔ آپ حضرت مصلح موعود کے فرزند اکبر تھے۔ ؎

مرا ناصر مرا فرزندِ اکبر ؛ ملا ہے جس کو حق سے تاج و افسر

(کلام محمود)

بچپن اور تربیت

آپ کی تربیت حضرت اماں جان سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کی مبارک گود میں ہوئی۔ ایک تو وہ عالی مقام جو اللہ تعالیٰ نے حضرت اماں جان کو عطا فرمایا۔ اور دوسرا تربیت اولاد کا وہ بے پناہ ملکہ جو آپ نے اپنی ذاتی قابلیّت اور حضرت مسیح موعود کی صحبت میں رہ کر پایا، ان وجوہات کی بناء پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث بھی اپنی اس خوش بختی پر ناز فرماتے کہ ان کی تربیت حضرت اماں جان نے فرمائی لطف و سرور کے احساس میں ڈوب کر فرمایا کرتے :۔

"میری تربیت تو اماں جان نے کی تھی نا!"

اور اس بے مثال تربیت کی بہت سی یادوں کا وقتاً فوقتاً آپ اپنی تقاریر میں بھی ذکر فرماتے رہے۔

آپ کے بچپن کے بہت سے واقعات میں سے صرف ایک واقعہ جس سے حضور کی فطری سعادت پر بھرپور روشنی پڑتی ہے حضور ہی کے الفاظ میں تحریر ہے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"میرے بچپن کا ایک واقعہ ہے مَیں بہت چھوٹا تھا اُس وقت۔ لیکن ابھی تک وہ واقعہ مجھے پیارا لگتا ہے۔ میں بیت اقصیٰ میں عشاء کی نماز کے لئے جایا کرتا تھا کیونکہ عشاء کی نماز بیت مبارک میں بہت دیر سے ہوتی تھی اور مَیں مدرسہ احمدیہ میں نیا نیا داخل ہوا تھا۔ پڑھائی کی طرف توجہ دینے اور نیند پوری لینے کی خاطر حضرت اماں جان مجھے فرماتی تھیں

کہ تم بیت اقصیٰ میں جا کر نماز پڑھ آیا کرو۔ وہ لی سیڑھیاں یعنی بیت مبارک کی وہ سیڑھیاں جو اُس دروازہ کے ساتھ ہیں جو دارِ مسیح کے اندر جانے والا دروازہ ہے وہاں سے مَیں اترتا اور وہ گلی بڑی اندھیری تھی۔ اب تو شاید وہاں بجلی لگ گئی ہو۔ اُس زمانہ میں بجلی نہیں تھی۔ ایک دن مَیں نیچے اُترا نماز کے لئے تو عین اُس وقت مدرسہ احمدیہ کے طلباء کی لائن نماز کے لئے جا رہی تھی اور اندھیرا تھا۔ خیر مَیں لائن میں شامل ہو گیا۔ لیکن اس اندھیرے میں کچھ پتہ نہیں لگ رہا تھا۔ میرا پاؤں ایک طالب علم کے سلیپر پہ لگا اور وہ سمجھا کہ کوئی لڑکا اس سے شرارت کر رہا ہے وہ پیچھے مڑا اور ایک چپیڑ مجھے لگا دی۔ اس کو کچھ پتہ نہیں تھا کہ کسے مَیں چپیڑ لگا رہا ہوں اور کیوں لگا رہا ہوں۔ مجھے خیال آیا کہ اگر مَیں اس کے سامنے ہو گیا تو اس کو بہر حال شرمندگی اٹھانی پڑے گی اس خیال سے مَیں ایک طرف کھڑا ہو گیا اور جب پندرہ بیس بچے وہاں سے گزر گئے تب میں دوبارہ اس لائن میں شامل ہو گیا تا کہ اس کو شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔"

بچپن کی عمر اور حلم و حکمت سے بھرا ہوا یہ واقعہ آپ کی پاکیزہ فطرت کی گہری سعادت پر بھرپور روشنی ڈالتا ہے اور پڑھنے والا بھی فطری نیکی کے اس پیارے واقعہ سے پیار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

بچپن اور نوعمری کی دلچسپیاں اور مصروفیات

بچپن کی عمر سے ہی آپ جلسہ سالانہ پر مہمانوں کی خدمت کے لئے

بے لوث اور پُرجوش جذبات کے ساتھ ڈیوٹی دیتے رہے۔ آپنے فرمایا:۔

"ہم نے بچپن کی عمر میں یہ کبھی نہیں سوچا تھا کہ ہماری چند گھنٹے کی ڈیوٹیاں لگیں گی۔ یعنی یہ کہا جائے گا کہ تم پانچ گھنٹے کام کر لو اور باقی وقت تم آزاد ہو۔ ہم صبح سویرے جاتے تھے اور رات کو دس بجے گیارہ بجے واپس آتے تھے۔ وہ فضا ہی ایسی تھی اور ساروں میں ہی خدمت کا جذبہ تھا۔ کوئی بھی اس جذبہ سے خالی نہیں تھا۔"

(الفضل ۱۴ر فروری ۱۹۶۹ء

نو عمری سے ہی آپ کے جذبات کے دھارے کا رُخ خدمت اسلام کی طرف تھا۔ اپنی ۱۹۲۷ء کی ڈائری میں جبکہ آپکی عمر قریبًا اٹھارہ برس ہوگی ایک جگہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"اپنی ہر چیز کو قربان کر دوں گا مگر اسلام کی عزّت دنیا میں قائم کر کے چھوڑوں گا۔"

پھر اسی ڈائری میں ایک جگہ آپ یہ شعر تحریر فرماتے ہیں:۔

یادِ خدا میں لگ جا تو دیدِ بتاں طلب نہ کر
محوِ خیالِ یار ہو۔ ساقی و مے طلب نہ کر

(مرزا ناصر احمد)

۱۹۲۷ء میں ہی ریزرو فنڈ تحریک میں آپ نے بہت محنت سے چندہ جمع کیا چندے کا حساب بڑی محنت سے اپنی ڈائری میں لکھا ہوا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

نے جلسہ سالانہ ۱۹۲۷ء پر فرمایا :-

"اس سال چھٹیوں کے ایام میں ہمارے سکولوں کے طلباء ڈیڑھ ہزار کے قریب چندہ جمع کر کے لائے۔ چندہ لانے والے طلباء میں میرا لڑکا ناصر احمد بھی تھا جو ۳۶/- روپے لایا تھا حالانکہ اس کو کبھی اس سے پہلے دوسروں سے چندہ لینے کا موقعہ نہ ملا تھا۔"

صحیح جسمانی اور ذہنی نشوونما کے لئے مختلف کھیلیں بھی کھیلتے رہے مثلاً فٹ بال ہاکی، کرکٹ، ٹینس، اسکوائش ریکٹ، میروڈبہ، گلی ڈنڈا اور کلائی پکڑنا۔ اور سب سے زیادہ جس کھیل کو شوق سے آپ نے کھیلا اور آخری عمر تک کھیلتے رہے وہ شکار ہے۔ اپنے بے شمار پرانے واقعات شکار کے متعلق سنایا کرتے تھے ایک مرتبہ آپ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ قریباً ڈیڑھ من مرغابی کا شکار فرمایا۔ آپ کا نشانہ بہت اچھا تھا۔ آخری علالت میں ایک روز مجھ سے فرمانے لگے :-

"میں کب ٹھیک ہوں گا اور اپنے لمبے بوٹ پہن کر شکار کے لئے جاؤں گا۔"

بچپن میں قوتِ برداشت کا ایک واقعہ

آپ جب پندرہ برس کے تھے تو آپ کے بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ ہڈی مکمل طور پر ٹوٹ گئی تھی اور ٹوٹا ہوا حصّہ اُوپر والے حصہ پر چڑھ گیا تھا۔ انتہائی تکلیف کا سامنا تھا۔ لیکن آپ نے کمال برداشت کا نمونہ دکھایا۔ اپنا یہ واقعہ مجھے سناتے ہوئے فرمایا۔ کہ بڑے ماموں جان (حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب) نے بڑھئی کو بلوایا

اپنے سامنے بازو باندھنے کے لئے پھٹیاں تیار کروائیں اور پھر بغیر بے ہوش کئے کھینچ کر بازو کو درست کر کے باندھا۔ فرمایا۔ مَیں نے وہ ساری تکلیف خاموشی سے برداشت کی اور اس کا کوئی اظہار نہ ہونے دیا۔

حضور کی WILL POWER (قوتِ ارادی) بچپن سے ہی بہت مضبوط تھی اور آپ نے اپنی کوشش سے اسے بہت زیادہ ترقی دی ہوئی تھی۔ اپنی قوت برداشت کا ایک اور واقعہ بھی مجھے بتایا کہ چند سال قبل (دورِ خلافت میں) جب آپ کو گردے اور پیشاب میں رکاوٹ کی تکلیف محسوس ہوئی تو انگلستان میں ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ آپ کو PROSTATE کی تکلیف ہے۔ انہوں نے آپ کا IVP ٹیسٹ INTRAVENOUS PYLOGRAPHY بھی کیا۔ بعض دفعہ اس کے ٹیکے سے (ردِ عمل) REACTION ہوجاتا ہے اور (بے ہوشی) SHOCK کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ حضور کو بھی ایسی ہی تکلیف ہو گئی۔ اپنی اس تکلیف کو بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

"لیکن مَیں نے اپنی (قوتِ ارادی) WILL POWER سے اپنے اُوپر قابو پایا اور تکلیف کو برداشت کیا۔

حصولِ تعلیم

ابتدائی تعلیم:۔

اپنے جن پیارے بندوں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمت کا کام لینا ہوتا ہے شروع سے ہی وہ ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام بھی خود ہی فرماتا ہے۔ حضرت

خلیفۃ المسیح الثالث کے لئے بھی ایسا انتظام فرمایا کہ پہلے آپ نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے قرآن کریم کا تاج اپنے سر پر سجایا۔ ۱۷ اپریل ۱۹۲۲ء کو جبکہ آپ کی عمر تیرہ سال کی تھی آپ نے حفظ قرآن مکمل کیا۔ وقتی طور پر دنیاوی تعلیم کا حرج ہونا لازمی امر تھا۔ چنانچہ حضرت اماں جان نے ایک مرتبہ حضرت مصلح موعود سے اپنے اس فکر کا اظہار فرمایا کہ کہیں ناصر دوسرے بچوں سے پیچھے نہ رہ جائے۔ حضرت مصلح موعود نے مسکرا کر جواب دیا۔ "اماں جان آپ اس کا بالکل فکر نہ کریں ایک دن یہ سب سے آگے ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔"

سو اپنے پیارے کے منہ سے نکلی ہوئی بات اللہ تعالیٰ نے پوری فرمائی اور اس موعود بچے کو دینی اور دنیاوی دونوں علوم سے مالا مال فرمایا (اور سب سے بڑھ کر خلافت کا منصب اعلیٰ عطا فرمایا)۔ بعد ازاں دینی تعلیم کے حصول کیلئے مدرسہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور جولائی ۱۹۲۹ء میں آپ نے جامعہ احمدیہ قادیان سے پنجاب یونیورسٹی کا امتحان "مولوی فاضل" پاس کیا اور پنجاب بھر میں تیسرے نمبر پر رہے۔ مدرسہ احمدیہ میں حصولِ تعلیم کے دوران آپ سکاؤٹس کے ٹروپ لیڈر TROUPE LEADER مقرر ہوئے۔

۱۹۲۷ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر جلسہ گاہ تنگ تھی آپ نے مدرسہ احمدیہ کے طلبائے سکاؤٹس کی مدد کے ساتھ راتوں رات جلسہ گاہ کو وسیع کر دیا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود اس کام سے بہت خوش ہوئے اور آپ کے ارشاد پر افسر جلسہ سالانہ کی طرف سے میڈل دیئے گئے جو کہ حضرت مصلح موعود نے اپنے دست مبارک سے سکاؤٹس کو لگائے۔

مزید تعلیم

مولوی فاضل کرنے کے بعد آپ نے میٹرک کا امتحان پاس کیا اس کے بعد قادیان سے لاہور تشریف لے گئے اور گورنمنٹ کالج لاہور سے ۱۹۳۴ء میں بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے اس ادارے میں ۱۹۳۲ء تا ۱۹۳۴ء تعلیم حاصل کی۔

گورنمنٹ کالج لاہور میں اپنی طالبعلمی کے زمانہ میں آپ نے تبلیغ اسلام کی غرض سے ایک تنظیم بنائی جس کا نام "عشرۂ کاملہ" رکھا۔ اس تنظیم کے قیام کا مقصد اور اس کا طریقۂ کار آپ کا تبلیغ اسلام کے لئے فطری جوش رکھنا اور آپ کی اعلیٰ تنظیمی صلاحیتوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس تنظیم کے تحت ایک بہت اہم کام آپ نے کیا جس کا طالب علموں پر بہت اثر ہوا اور اس کا تفصیلی ذکر آپ نے مجھ سے بھی فرمایا۔ وہ حضرت مسیح موعود کے اقتباسات پر مشتمل پمفلٹوں کی تیاری اور تقسیم تھی۔ آپ اپنے معاونین کے ساتھ ہر ماہ پانچ ہزار پمفلٹ چھپواتے اور پھر لاہور کے مختلف کالجوں میں انہیں تقسیم کرواتے۔

طالب علمی کے زمانہ میں دیانتداری کا مظاہرہ

ابتدا سے ہی آپ کس قدر مضبوط اور بادیانت کردار کے مالک تھے اس کا اندازہ اس چھوٹے سے واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

بعض اوقات دوسرے لوگوں کو کسی خاص دھارے میں بہتے ہوئے دیکھ کر

انسان کے لئے عین ممکن ہوتا ہے کہ خود بھی اس رَو میں بہ جائے لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے حالاتِ زندگی پہ اگر غور کیا جائے تو یہ بات بھی نمایاں طور پر سامنے آتی ہے کہ آپ نے ہر قسم کے ماحول میں، ہر قسم کے حالات میں اپنے کردار کی اعلیٰ فطری خوبیوں کو نمایاں شان کے ساتھ قائم رکھا اور کبھی بھی کسی غلط راہ کو اختیار نہ کیا۔

امتحان کے دنوں میں طالب علم کی سوچ کی رو ایک ہی دھارے پر بہ رہی ہوتی ہے یعنی امتحان میں حصولِ کامیابی۔ اور ہوسٹلوں میں تو یہ رَو اور بھی شدت اختیار کر جاتی ہے۔ ایک مرتبہ امتحان سے قبل پرچہ آؤٹ ہو گیا۔ ہوسٹل میں بعض طالبعلموں کو اس کا علم ہوا۔ اپنی سمجھ کے مطابق آدھی رات کو وہ مارا مار پرچہ حاصل کر کے لائے۔ اور فخر سے آپ کو پیش کیا۔ لیکن آپ نے کمال مضبوطیٔ کردار اور توکل علی اللہ کا ثبوت دیا۔ اور فرمایا:۔

> "میں صرف اُس محنت کا صلہ لینے کا حقدار ہوں جو میں نے کی۔ جو نمبر مفت ملتے ہوں وہ میں کبھی نہیں لوں گا۔ تم نے اپنی سمجھ کے مطابق مجھے فائدہ پہنچانے کی کوشش کی ہے اس کے لئے میری طرف سے شکریہ مگر اب مجھے سونے دیجئے۔"

انگلستان میں حصولِ تعلیم

۱۹۳۴ء میں حضرت مصلح موعود نے ایک خاص مقصد کے حصول کے لئے آپ کو انگلستان میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھجوایا۔ وہ مقصد یہ تھا:۔

"میں تم کو انگلستان بھجوا رہا ہوں اس غرض سے جس غرض سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کو فتح مکہ سے پہلے مکہ بھجوایا کرتے تھے۔ میں اس لئے بھجوا رہا ہوں کہ تم مغرب کے نقطۂ نگاہ کو سمجھو۔ تم اس زہر کی گہرائی کو معلوم کرو جو انسان کے روحانی جسم کو ہلاک کر رہا ہے۔ تم ان ہتھیاروں سے واقف اور آگاہ ہو جاؤ جن کو دجّال اسلام کے خلاف استعمال کر رہا ہے۔ غرض تمہارا کام یہ ہے کہ تم اسلام کی خدمت کے لئے اور دجّالی فتنہ کی پامالی کے لئے سامان جمع کرو۔"

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے حضرت مصلح موعود نے آپ کو تفصیلی ہدایات اور دعاؤں کے ساتھ قادیان سے رخصت فرمایا۔ آپ ۱۹۳۶ء سے لے کر ۱۹۳۸ء تک انگلستان میں قیام پذیر رہے۔ اس عرصہ کا ایک ایک لمحہ آپ نے بھرپور رنگ میں استعمال فرمایا۔ دنیاوی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ تبلیغ میں بھی مصروف رہے۔ "الارشاد" کے نام سے ایک رسالہ جاری فرمایا۔ یورپ کے دیگر ممالک کی سیاحت کی اور عمیق نظر سے ان کا مطالعہ کیا۔ اسی دوران مغربی جرمنی جا کر جرمن زبان اور مصر میں قیام فرما کر عربی زبان سیکھی۔ علم کے حصول کی یہ لگن زندگی کے آخر تک آپ میں رہی۔ آپ کی ذاتی کتب کا ایک وافر ذخیرہ تھا۔ بہت سے علمی رسالے باقاعدہ آپ کے زیرِ مطالعہ رہتے۔ آپ اپنی کتب اور رسالوں کو بہت حفاظت سے رکھتے۔ تمام رسالے جلد کرواتے۔ ایک روز میں نے پوچھا آپ اپنے رسالے جلد کیوں کرواتے ہیں؟ فرمایا تاکہ آج

سے سو سال بعد بھی یہ خلافت لائبریری میں محفوظ ہوں۔

گھوڑوں میں دلچسپی کے باعث بہت سی اعلیٰ کتب گھوڑوں سے متعلق بھی آپ کے پاس تھیں۔ مطالعہ کرتے وقت کتب پر نشان بھی لگاتے لیکن کتاب کو گندا یا اس کے صفحات کو خراب ہرگز نہ ہونے دیتے۔

آخری ایّام میں انگلستان کے ایک رسالہ COUNTRY LIFE اور امریکہ کے ایک طبّی رسالہ PREVENTION کا شوق سے باقاعدہ مطالعہ فرماتے۔ ایک روز مجھ سے فرمایا کہ اب مجھے کتابیں پڑھنے کا وقت نہیں ملتا اس لئے میں احمد نگر میں اپنی ایک HUT بنواؤں گا اور ہفتہ کا دن اس میں گزارا کروں گا۔ اور وہاں کتابوں کا مطالعہ کیا کروں گا۔ HUT بنوانے کے لئے آپ نے ایک نقشہ بھی پسند فرمایا۔

اپنی آخری علالت کے ابتدائی ایام میں بھی ایک روز PREVENTION رسالہ میں سے مضمون مجھ سے پڑھوا کر سُنا۔ اس مضمون میں یہ لکھا تھا کہ بوڑھا ہونا یا نہ ہونا انسان کی اپنی سوچ پر منحصر ہے۔ یعنی اگر بڑھاپے کو محسوس کرنا شروع کر دے تو بوڑھا ہو جاتا ہے ورنہ نہیں۔ مَیں نے پڑھ کر کہا یہ تو وہی بات ہے جو آپ کہتے ہیں۔ (حضور فرماتے تھے کہ مَیں اپنے آپ کو بالکل بوڑھا محسوس نہیں کرتا)۔ فرمایا۔ ہاں۔

شادی

آپ کا رشتہ حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کے ساتھ بچپن سے ہی الٰہی بشارتوں

کے تحت طے ہو گیا تھا۔ آپ نے بتایا کہ حضرت اماں جان نے حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ سے سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کے حمل کے دنوں میں ہی فرمایا تھا کہ اگر تمہارے ہاں بیٹی ہوئی تو اس کا رشتہ ناصر احمد سے کروں گی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ :۔

"منصورہ بیگم کے ساتھ میرا رشتہ جب وہ ابھی پیٹ میں ہی تھیں طے ہو گیا تھا"

اسی طرح حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے بھی اس رشتہ کے بارہ میں ایک خواب دیکھا تھا۔ چنانچہ ۲ جولائی ۱۹۳۴ء میں حضرت مصلح موعود نے نکاح کا اعلان فرمایا۔ نکاح کے تقریباً ایک ماہ بعد شادی کی تقریب عمل میں آئی۔ بارات ۴ اگست ۱۹۳۴ء کو مالیر کوٹلہ گئی۔ اگلے روز ۵ اگست کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی خود بھی کار میں مالیر کوٹلہ تشریف لے گئے۔ ایک روز قیام کے بعد ۶ اگست کو بارہ بجے بروز دوشنبہ بارات واپس قادیان پہنچی۔

۸ اگست کو بعد نماز مغرب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی طرف سے دعوتِ ولیمہ دی گئی جس میں اندازاً دو ہزار افراد نے شرکت کی۔ جو اصحاب اس دعوت میں شامل نہ ہو سکے انہیں ۹ اگست بعد نماز ظہر کھانے پر بلایا گیا۔ مستورات کی ضیافت کا انتظام ۱۰ اگست کو کیا گیا۔

انگلستان روانگی

شادی کے قریباً ایک ماہ بعد حضرت مصلح موعود کے ارشاد پر آپ ۱۹۳۴ء

میں انگلستان تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے آکسفورڈ کے BALLIOL COLLEGE میں تعلیم حاصل کی۔ آپ نے وہاں ۴ سال قیام فرمایا۔ اس دوران دو سال کے بعد چند ہفتوں کی رخصت پر آپ قادیان تشریف لائے۔ ۹ نومبر ۱۹۳۸ء کو آپ تعلیم مکمل کر کے واپس تشریف لے آئے۔ اس سارے عرصہ میں آپ پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ اپنی تعلیم میں مصروف رہے۔ حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ نے بھی بہت ہمّت اور صبر کے ساتھ آپ کی جدائی کو برداشت کیا اور اس عرصہ میں اپنی کسی تکلیف کا اظہار آپ سے نہ کیا۔ ایک واقعہ جس کا علم آپ کو بھی ان کی وفات کے بعد ہوا اور آپ کے دل پر اس کا گہرا اثر تھا۔ آپ نے بتایا کہ اس عرصہ میں معلوم نہیں یہ کیسے ہو گیا کہ حضرت مصلح موعود کی طرف سے آپ کو (حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کو) جیب خرچ نہ ملا۔ اور آپ غیرت مند اتنی تھیں کہ اپنے والدین سے بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ حضور کو خط لکھنے کے لئے ٹکٹ کے پیسے درکار تھے سو اپنے دوپٹے کا سُچا گوٹا ایک عزیز کو بیچنے کے لئے دیا اور اس سے وعدہ لیا کہ اس کا ذکر کسی سے نہیں کرے گا۔ اور پھر اس رقم سے آپ کو خط لکھا، لیکن مرتے دم تک اس واقعہ کا ذکر آپ سے نہ کیا۔

انگلستان سے واپس آکر آپ نے اپنی زندگی کو دین کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ حضرت مصلح موعود آپ کے اس ارادہ سے بہت خوش ہوئے اور اپنے خط میں بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔

اب آپ کی بھرپور عملی زندگی کا آغاز ہو چکا تھا۔ قادیان میں مقامی طور پر خدمات سرانجام دینے کے علاوہ آپ محترم حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب کے

ساتھ تبلیغی دوروں پر جاتے رہے۔ اس سے آپ کو عام دیہاتی مسلمان کے ساتھ تبلیغی گفتگو کرنے کا تجربہ ہوا۔

قبل از خلافت خدمات

اسمبلی کے الیکشن کی تیاری میں کارکردگی

اسمبلی کے الیکشن میں حضرت چوہدری فتح محمد صاحب بٹالہ کے ایک با اثر گدی نشین خاندان کے اُمیدوار کے مقابل پر جماعت کے نمائندہ کی حیثیت سے کھڑے ہوئے۔ اس الیکشن میں آپ نے دن رات ایک کر کے انتہائی جانفشانی سے انتخابی مہم میں حصّہ لیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کامیابی عطا فرمائی۔ اس الیکشن کا ایک دلچسپ واقعہ آپ نے مجھے سُنایا کہ قادیان کے قریب پٹھانوں کے ایک گاؤں کرڑی افغاناں میں آپ انتخابی مہم کے سلسلہ میں گئے اور گاؤں کے ایک با اثر زمیندار غلام محمد خاں صاحب (غلام محمد خاں صاحب ہمارے ننھیالی عزیز تھے اور رشتے میں میری والدہ کے پھوپھا تھے) سے ملے۔ اُنہوں نے آپ کو رات کے ایک بجے دریائے بیاس کے کنارے پر ملنے کے لئے کہا۔ آپ فرمانے لگے کہ اُس نے سوچا امیرزادہ ہے اتنی محنت کہاں کرے گا کہ آدھی رات کو دریا کے کنارے پہنچے۔ لیکن مَیں وہاں چلا گیا۔ اور باتیں ہوئیں۔ اُس نے دوسری رات پھر مجھے ایک بجے وہیں دریا کے

کنارے پر آنے کے لئے کہا۔ میں دوسری رات بھی وہاں پہنچ گیا۔ تو پھر اس نے مجھے اگلے دن صبح دن کے گیارہ بارہ بجے گاؤں آنے کے لئے کہا اور خوب اونچے پلنگوں پر بٹھایا اور اپنی مدد کا وعدہ کیا۔ اور پھر اپنے وعدہ کو پورا بھی کیا اور اس گاؤں کے سارے ووٹ ہمیں ملے۔ یہ واقعہ سنانے کے بعد آپ نے فرمایا۔ "کڑی (افغاناں) کے پٹھان وفادار ہوتے ہیں"۔

تقسیم ہند اور آپ کا کردار

تقسیم ہند اور قیام پاکستان کے موقعہ پر آپ نے نہایت اہم امور سرانجام دیئے اور آپ کے کردار کے بہت سے پہلو ابھر کر سامنے آئے۔ آپ نے پہلے انتہائی محنت اور جانفشانی سے باؤنڈری کمیشن کے لئے نقشہ جات کی تیاری کا کام کیا خیال تھا کہ قادیان پاکستان کے علاقہ میں شامل ہوگا۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ جماعت نے مشیّتِ ایزدی کے سامنے سر جھکا دیا۔ اور نئے پیش آمدہ حالات سے بڑی خوبی کے ساتھ نپٹا۔ ان دنوں اس کام کے انچارج آپ تھے۔ آپ نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر دن رات مشقت کی۔ نہ صبح دیکھی نہ شام۔ نہ کھانے کا ہوش نہ پینے کی فکر۔ ساری توجہ اور ساری انتظامی صلاحیتوں کو اُس وقت احباب جماعت اور علاقہ کے دوسرے مسلمانوں کی حفاظت، خوراک و لباس کا انتظام اور بحفاظت پاکستان پہنچانے پر خرچ کیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو اس میں کامیاب کیا۔ اس دوران کئی کڑے وقت آئے جنہیں آپ نے انتہائی بردباری اور حکمتِ عملی سے گزارا۔ بعض احمدیوں کو اس دوران اپنی جان کے نذرانے پیش

کرنے کی بھی سعادت ملی۔ تقسیم ملک کے وقت قادیان کی کچھ مسلمان عورتیں ایک جگہ محصور ہو گئیں۔ سکھوں کے حملہ کا خطرہ تھا اور انہیں وہاں سے بحفاظت نکالنا ضروری تھا۔ اس مقصد کے لئے اُس جگہ اور اُس کے ملحقہ جگہ کے درمیان لکڑی کا پُل بنوا کر بڑی محنت کے ساتھ ان خواتین کو وہاں سے نکالا گیا۔ اس دوران دشمن کی گولی لگنے سے ایک احمدی شہید بھی ہوئے۔ حضور نے یہ واقعہ بھی مجھے خود بتایا۔

اس مہم کا ایک واقعہ جو عورتوں سے تعلق رکھتا ہے اور آپ نے مجھے سنایا وہ پیش ہے۔ اس وقت قادیان میں مسلمانوں کو پناہ دینے کے لئے کیمپ قائم کئے گئے تھے وہاں بہت سی مسلمان عورتوں کا یہ حال تھا کہ کپڑے نہ ہونے کے باعث اپنی ستر پوشی بھی نہ کر سکتی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ مَیں نے منصورہ بیگم کے جہیز کے ٹرنک کھولے اور وہ سب کپڑے ان عورتوں میں تقسیم کر دیئے۔ ان میں سے بعض جوڑے اتنے قیمتی تھے کہ اُس وقت ان کی قیمت پانچ پانچ ہزار روپے تھی۔ ایک خاص بات جس کا آپ کے دل پر گہرا اثر تھا۔ کہ حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ نے کبھی اشارۃً بھی آپ سے اس بات کا ذکر نہ کیا کہ آپ نے وہ کپڑے کیا کئے یا کیوں دیئے۔

فرقان بٹالین کی کمیٹی کی ممبر شپ

جون ۱۹۴۸ء سے جون ۱۹۵۰ء تک فرقان بٹالین سرگرم عمل رہی۔ آپ سرپرست کمیٹی کے ایک ممبر نامزد فرمائے گئے۔ فرقان فورس کے فوجی اشارات میں

آپ" فاتح الدین کے نام سے موسوم ہوتے تھے۔

کشمیر کے محاذ پر اس بٹالین نے زبردست کارنامے انجام دیئے۔ وہ واقعات اتنے حیرت انگیز تھے کہ ایک روز مَیں نے عرض کیا کہ آپ ان واقعات کو لکھوا کیوں نہیں دیتے؟ فرمایا

"ابھی اس کا وقت نہیں آیا"

مری جاتے ہُوئے مجھ سے فرمایا کہ فرقان فورس کے ساتھ ان راستوں پر سے گزرتے ہوئے میرے پَیروں کے سارے ناخن ٹوٹ گئے تھے۔

جامعہ احمدیّہ کے استاد و پرنسپل

یورپ سے واپسی پر ۱۹۳۸ء میں جامعہ احمدیّہ کے پروفیسر مقرر کئے گئے۔

جون ۱۹۳۹ء میں حضرت مصلح موعود نے آپ کو جامعہ احمدیہ کا پرنسپل مقرر فرمایا۔

اپریل ۱۹۴۴ء تک آپ اس ادارے کی نگرانی فرماتے رہے۔

جامعہ احمدیّہ کے ساتھ آپ کی وابستگی پہلے پروفیسر اور پھر پرنسپل کی حیثیت سے ہوئی۔ آپ نے طلباء کو انگریزی اور فلسفہ کا مضمون پڑھایا۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے طلباء کی جسمانی اور روحانی نشوونما کا بھی بھرپور خیال رکھا۔ آپ نے اس ادارہ کی کس طرح آبیاری کی یہ بات آپ کے اس بیان سے بخوبی واضح ہوجاتی ہے:۔

"اس زمانہ میں جب مَیں جامعہ احمدیّہ میں تھا تو مَیں نے دل اور دماغ اس ادارے کو دے دیا تھا اور بڑی محبت سے اس کی نشوونما کی طرف توجہ کی تھی۔" (الفضل ۴ فروری ۱۹۷۰ء)

جامعہ احمدیہ کی اہمیت آپ کے دل میں کیا تھی؟ وہ آپ کے اس بیان سے ظاہر ہوتی ہے۔ ۱۳ر نومبر ۱۹۶۵ء کو جامعہ کے اساتذہ اور طلباء سے خطاب فرماتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

"میرا جامعہ سے بڑا دیرینہ اور گہرا تعلق ہے۔ جب مَیں نے ہوش سنبھالی یا اس سے بھی پہلے حضور کے ارشادات، ہدایات اور نصائح اور تربیت کے جو طریق تھے اس سے دل نے یہ تاثر لیا تھا کہ یہی (جامعہ) وہ جگہ ہے جہاں علم کو حاصل کرنا ہے اور یہی وہ جگہ ہے جہاں سے علم حاصل کرنے کے بعد اس کے استعمال کا طریق سیکھنا ہے۔"

آپ جامعہ کے طلباء کو تبلیغ اور تقریر کی عملی مشقیں بھی کرواتے۔ اساتذہ اور طلباء کو بعض اوقات گرمیوں میں کسی پہاڑ پر اپنے ساتھ لے جاتے اور وہاں ان کی صحت کی طرف خاص توجہ دیتے۔

جامعہ کے طلباء کو اپنی کوٹھی النصرت میں بھی عصر کے بعد بلاکر پڑھاتے اور ساتھ ہی خورد و نوش کا انتظام بھی فرماتے۔ بعض اوقات طلباء کو اپنی ذاتی لائبریری کی کتب سے بھی استفادہ کرنے کی سہولت دیتے۔

مجلس خدام الاحمدیہ کی صدارت و نائب صدارت

فروری ۱۹۳۹ء سے لے کر اکتوبر ۱۹۴۹ء تک آپ مجلس خدام الاحمدیہ کے صدر رہے۔ اور اکتوبر ۱۹۴۹ء سے نومبر ۱۹۵۴ء تک آپ نائب صدر رہے۔ موخر الذکر عرصہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بنفسِ نفیس مجلس خدام الاحمدیہ کے

صدر رہے اور آپ اُن کی نگرانی میں بطور نائب صدر خدمات بجالاتے رہے
اس دور میں رسالہ خالد کا اجرا ہوا۔

مجلس انصار اللہ کی صدارت

۱۹۵۴ء میں آپ کے سپرد مجلس انصار اللہ کی قیادت کی گئی۔ آپ نے فرمایا:۔
"مَیں بوڑھا نہیں ہوگیا بلکہ مجلس انصار اللہ جوان ہوگئی ہے۔"
اور آخری لمحے تک یہی احساس قائم رہا۔ فرماتے تھے۔ بوڑھا انسان تب ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے آپ کو بوڑھا محسوس کرنے لگے مَیں تو اپنے آپ کو بالکل بوڑھا محسوس نہیں کرتا۔ رسالہ انصار اللہ کا اجرا آپ کے دورِ صدارت میں ہوا۔

صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی صدارت

مئی ۱۹۵۵ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ کو صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا صدر مقرر فرمایا۔ خلافت کے انتخاب تک حضور اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔

افسر جلسہ سالانہ

۱۹۵۹ء تا انتخاب خلافت نومبر ۱۹۶۵ء آپ نے افسر جلسہ سالانہ کی حیثیت سے شاندار خدمات سرانجام دیں۔

تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل

مئی ۱۹۴۴ء سے لے کر نومبر ۱۹۶۵ء تک اکیس سال (تا انتخاب خلافت) آپ نے بطور پرنسپل تعلیم الاسلام کالج، بلا تفریق مذہب و قوم نوجوانوں کی بے مثال رہنمائی فرمائی۔

سالہا سال پر محیط اس لمبے عرصے میں ہزارہا طالب علموں کے لاتعداد واقعات جو کہ محبت، شفقت اور حسن و احسان کی لازوال داستانیں اپنے اندر لئے ہوئے ہیں، ان سب کی جڑیں مضمر سوچ اور جذبے کا اندازہ حضور کے ۱۹۴۴ء میں پہلی کالج یونین کے منتخب ممبران کی تقریب سے خطاب میں بیان کردہ اس دلچسپ و منفرد نکتے سے لگایا جاسکتا ہے۔

آپ نے "حسن اور عشق" کے موضوع پر خطاب کے دوران فرمایا:۔

"ہر طالبعلم میں خدا تعالیٰ نے ایک مخفی حسن کسی نہ کسی کمال یا استعداد کے لحاظ سے ودیعت کیا ہوا ہوتا ہے۔ حقیقی استاد وہ ہے جو اس حسن پر عاشق ہو کر ایک والہانہ جستجو اور سرگرمی کے ساتھ اس مخفی حسن کو اُجاگر کرے اور پھر اس کی نشو و نما کا سامان کرے۔"

اور پھر آپ نے خود اپنی ساری عمر انسانوں میں مخفی اس حسن کی تلاش میں اور اس کی نشو و نما میں گزار دی۔

۱۹۴۷ء میں ملکی تقسیم کے بعد تعلیم الاسلام کالج قادیان سے لاہور منتقل ہو گیا۔ جلد ہی کالج نے یہاں بھی اپنے قدم جما لئے اور لاہور کے تمام کالجوں میں ایک نمایاں مقام حاصل کر لیا۔

تعلیم الاسلام کالج ابھی لاہور میں ہی تھا کہ حکومت نے اسکی عمارت اسلامیہ کالج کو دینے کا فیصلہ کیا۔ کالج کے ایک استاد گھبرائے ہوئے آپ کے پاس آئے لیکن آپ نے کسی قسم کی گھبراہٹ کے بغیر اور انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ "گھبرائیں نہیں اس میں بھی خدا تعالیٰ کی حکمت ہوگی۔ شاید یہ امر ہمارے کالج کے ربوہ جانے کا سامان ہی ہو اور شاید اللہ تعالیٰ کے علم میں جماعت کا مفاد اسی میں ہو کہ ہمارا کالج اب ربوہ چلا جائے۔ مت گھبرائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ وہی معاملہ کرے گا جو ہمارے حق میں مفید ہوگا" چنانچہ ۱۹۵۴ء میں ٹی۔ آئی کالج ربوہ منتقل SHIFT ہوگیا۔ اور وقت نے ثابت کیا کہ حضور کی حسن ظنی اپنے رب پر بالکل درست تھی۔

ربوہ میں کالج کی عمارت کی تعمیر آپ نے اپنی نگرانی میں کروائی۔ اس کی تعمیر کا واقعہ بھی آپ نے مجھے اپنی زندگی کے واقعات سناتے ہوئے سنایا۔

آپ کو حضرت مصلح موعود نے ڈیڑھ لاکھ روپے کی رقم اس کام کے لئے عطا فرمائی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرتے ہوئے اس کی تعمیر کا کام شروع کروا دیا۔ گرمیوں کی چلچلاتی دھوپ میں چھتری لئے سارے کام کی نگرانی خود فرماتے۔ اس عرصہ میں چونکہ آپ اکیلے ربوہ میں تھے اس لئے لنگر خانہ حضرت مسیح موعود سے کھانا کھاتے رہے اور یوں دن رات کی محنت کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک عظیم الشان عمارت کالج کے لئے تیار ہوگئی۔

آپ کے زیر سرپرستی کالج نے ہر میدان میں نام پیدا کیا۔ اعلیٰ تعلیمی معیار اور اخلاقی اقدار کے لئے کالج نے خاص شہرت پائی۔ غیر نصابی سرگرمیوں

میں طالب علموں کی پوری پوری حوصلہ افزائی فرماتے۔ کھیلیں۔ مباحثے اور مشاعرے باقاعدگی سے ہوتے اور ملک بھر کے کالج ان میں شامل ہوتے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ حُسنِ تدبیر عطا فرمایا تھا۔ بات اس انداز سے کرتے کہ حالات کا پانسہ ہی پلٹ دیتے۔ دشمن دوست بن جاتے اور سنگین سے سنگین معاملہ خوش اسلوبی سے طے ہو جاتا۔

جب آپ پرنسپل تھے ایک مرتبہ ٹی۔ آئی۔ کالج کا کشتی رانی کا مقابلہ اسلامیہ کالج سے تھا۔ فضاء میں TENSION (تناؤ) تھی۔ اسلامیہ کالج کے پرنسپل نے اعلان کیا کہ وہ اپنی ٹیم کو ٹی۔ آئی۔ کالج سے مقابلہ جیتنے کی صورت میں سَو روپیہ انعام دیں گے۔ کوئی جلد باز انسان ہوتا تو اس کا جواب اس طرز پر ہوتا کہ اگر میری ٹیم جیتے گی تو میں اُسے اتنا انعام دوں گا۔ لیکن آپ نے اعلان فرمایا کہ ٹی۔ آئی۔ کالج کے پرنسپل کی طرف سے بھی اسلامیہ کالج کی ٹیم کو جیتنے کی صورت میں سَو روپیہ انعام دیا جائے گا۔ یہ اعلان کرنا تھا کہ فضا میں سے ساری کدورت کافور ہو گئی اور دوستانہ ماحول میں مقابلہ ہوا۔ ٹی۔ آئی۔ کالج کے طالبعلموں نے زیادہ جوش کے ساتھ مقابلہ کیا اور خُدا نے انہیں فتح عطا فرمائی۔ کشتیوں کی اس دَوڑ کا واقعہ بھی آپ نے لطف لیتے ہُوئے مجھے سُنایا۔

ہوسٹل کے طالب علموں کا آپ بالخصوص خیال رکھتے۔ اگر کوئی طالب علم بیمار پڑ جاتا تو سارا سارا وقت اس کے پاس بیٹھتے۔ علاج کی مکمل سہولت فراہم کرتے اور خرچ کی قطعاً پرواہ نہ کرتے۔ ایک بار مجھ سے فرمانے لگے کہ میرا تجربہ کالج کے پرنسپل کا بھی ہے نا۔ ہوسٹلائٹس HOSTELITES ڈرے

سکائونز سے زیادہ POLISHED (مہذب) ہوتے ہیں۔ انہیں ایک دوسرے کے لئے چھوٹی چھوٹی قربانیاں دینے کی عادت پڑجاتی ہے۔

قید وبند ۱۹۵۳ء

۱۹۵۳ء میں جماعت کے خلاف ہونے والے فسادات کے دوران آپ کو ایک آرائشی خنجر گھر میں رکھنے کا بہانہ بنا کر قید کیا گیا۔ جب پولیس کے اہلکار آپ کو گرفتار کرنے کے لئے آئے تو آپ نے کسی قسم کی گھبراہٹ کا اظہار نہ فرمایا اور انہیں پورے گھر کی تلاشی لینے دی۔ تلاشی کے دوران ایک معجزہ رونما ہوا۔ آپ کی اچکن دیوار کے ساتھ لٹک رہی تھی اس کی جیب میں ایک ضروری جماعتی کاغذ تھا۔ پولیس کے اہلکار نے اس کی ایک جیب میں ہاتھ ڈالا وہ خالی تھی۔ اُس نے دوسری جیب میں ہاتھ ڈالا لیکن وہ بھی خالی تھی اور حقیقتاً یہ ہوا تھا کہ غیبی ہاتھ نے اچکن کو گھما دیا اور اُس نے دوبارہ غلطی سے پہلے والی جیب میں ہی ہاتھ ڈالا۔ یہ واقعہ آپ نے خود مجھے بتایا۔

آپ یکم اپریل ۱۹۵۳ء تا ۲۸ مئی ۱۹۵۳ء قید میں رہے۔ اس دوران آپ کو پیچش کی تکلیف ہوگئی۔ آپ نے جیل کے ایک ملازم سے کہا کہ مجھے پودینے کے پتّے لادیا کرو۔ وہ چند دن تک پتّے لاتا رہا اور آپ انہیں استعمال فرماتے رہے۔ خداتعالیٰ نے آپ کو ان پودینے کے پتّوں سے ہی پیچش سے شفا عطا فرمائی۔

سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کی وفات ۲۰ اپریل ۱۹۵۲ء کو ہوئی جبکہ آپ کو

۱۹۵۲ء میں قید کیا گیا۔آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے حضرت اماں جان کو پہلے وفات دے دی اور انہیں اس صدمے سے بچالیا۔

حضرت سیّدہ اُمّ ناصر صاحبہ کی وفات ۳۱ رجولائی ۱۹۵۸ء کو ہوئی۔

ہر دو وفاتیں آپ کے لئے گہرے صدمے کا باعث تھیں۔

وفات حضرت مصلح موعود اور خلیفہ ثالث کا انتخاب

۷ اور ۸ رنومبر ۱۹۶۵ء کی درمیانی شب حضرت مصلح موعود مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی وفات پا گئے۔اور یوں باون[52] سال پر محیط ایک عظیم الشان دور خلافت ماہ و سال کے اعتبار سے اختتام پذیر ہوا۔لیکن قدرتِ ثانیہ کا روحانی سلسلہ اسی آب و تاب اور روانی کے ساتھ جاری رہتا ہے۔آنے والا وجود جانے والے وجود کے کارناموں کی مضبوط بنیادوں پر کھڑا ہو کر بلند سے بلند تر عمارتیں بناتا چلا جاتا ہے۔جماعتی ترقی کی ہر نئی اینٹ اپنی بنیاد کو مستحکم کرتی چلی جاتی ہے۔

۸ رنومبر ۱۹۶۵ء بعد نماز عشاء حضرت مرزا ناصر احمد جماعت کے نئے خلیفہ منتخب ہوئے۔

۹ رنومبر بعد نماز عصر آپ نے سیّدنا حضرت مصلح موعود کی نماز جنازہ پڑھائی اور حضور کے جسدِ اطہر کو سپردِ خاک کرنے کے بعد لمبی پُرسوز دُعا کروائی۔

دَورِ خلافتِ ثالثہ

آپ کے دَورِ خلافت کے کارہائے نمایاں اور واقعات کا مختصر جائزہ اس زمانے میں جاری ہونے والی تحریکات اور آپ کی مصروفیات کی روشنی میں دیکھتے ہیں :-

حضور کے دَورِ خلافت میں جاری ہونے والی تحریکیں

اسلام کی تبلیغ اور غلبۂ اسلام کی مہم کو تیز سے تیز تر کرنے کے لئے خلفائے وقت ہمیشہ ضرورتِ وقت کے مطابق تحریکات فرماتے رہے ہیں اور فرماتے رہیں گے۔ خلافتِ ثالثہ کا دَور بھی ان بابرکت تحریکات سے پُر اور مزین نظر آتا ہے۔ اس دَور میں جاری ہونے والی تحریکات کا مختصر جائزہ مندرجہ ذیل ہے :-

۱۔ مساکین کو کھانا کھلانے کی تحریک

۱۷ر دسمبر ۱۹۶۵ء کو حضور نے جماعت کو یہ تحریک فرمائی کہ :-

"کوئی احمدی رات کو بھوکا نہیں سونا چاہیئے۔"

آپ نے یہ ذمہ داری افراد پر اور جماعتی تنظیموں پر ڈالی۔

۲ - فضلِ عمر فاؤنڈیشن کا قیام

جلسہ سالانہ ۱۹۶۵ء کے موقعہ پر آپ نے فضل عمر فاؤنڈیشن کے نام سے ایک ادارے کے قیام کا اعلان فرمایا۔ یہ ادارہ حضرت مصلح موعود کی یادگار کے طور پر آپ کے محبوب مقاصد کو جاری رکھنے کے لئے قائم کیا گیا۔ خلافتِ ثالثہ کی یہ پہلی مالی تحریک تھی۔ آپ نے جماعت سے ۲۵ لاکھ روپے تین سال کے عرصہ میں پیش کرنے کی تحریک فرمائی۔ جماعت نے والہانہ لبیک کہا اور کل رقم ۳۷,۴۲,۸۵۰/- روپے موصول ہوئی۔

اس فاؤنڈیشن کے درج ذیل مقاصد ہیں :-

(۱) حضرت فضل عمر کے جملہ خطبات و تقاریر کو سلسلہ کے لٹریچر سے یکجا جمع کر کے انہیں شائع کیا جائے۔ (چنانچہ خطبات کی کئی جلدیں شائع ہو چکی ہیں)۔

(۲) سیّدنا حضرت فضلِ عمر کی سوانح حیات تالیف کی جائے اور اسے شائع کیا جائے۔ (اس کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں)۔

(۳) حضرت مصلح موعود کی شدید خواہش تھی کہ علمی مسائل پر سلسلہ کے اہل علم اصحاب تصانیف مرتب کر کے شائع کریں۔ حضور نے ۱۹۴۹ء کے جلسہ سالانہ میں اس سلسلہ میں ایک سکیم بیان فرمائی تھی۔ اس ارشاد پر عمل کرنے کے لئے علمی مقالوں پر انعامات دینے کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ حضور کی ہر خواہش کو کامیاب بنانے کی کوشش کرنا اس ادارہ کے

مقاصد میں شامل کیا گیا۔

(۴) خدمتِ دین کے لئے جو مواقع پیدا ہوں ان میں فاؤنڈیشن حسب توفیق حصّہ لے۔

(۵) فیصلہ کیا گیا کہ عطایا میں جو رقم بصول ہو اس سے تجارتی رنگ میں منافع حاصل کیا جائے اور مقررہ مقاصد کے اخراجات اس منافع سے چلائے جائیں۔

اس فاؤنڈیشن کو جن دیگر خدمات کی توفیق ملی وہ یہ ہیں:۔

(i) خلافت لائبریری کی تعمیر۔ تعمیر کے بعد اسے صدر انجمن احمدیہ کے سپرد کر دیا گیا۔

(ii) سرائے فضلِ عمر کے نام سے وسیع گیسٹ ہاؤس تعمیر کیا گیا اور یہ عمارت تحریکِ جدید کے سپرد کر دی گئی۔

(iii) جلسہ سالانہ پر تقاریر کے انگریزی اور انڈونیشین زبانوں میں رواں ترجمہ کا انتظام کیا گیا۔

(iv) قرآن کریم کے فرانسیسی ترجمہ کی اشاعت کے لئے امداد کی گئی۔

(v) جلسہ سالانہ کے مہمانوں کے لئے روٹی پکانے کی مشینوں کی تیاری کے لئے مالی امداد دی گئی۔

(vi) ایک فوٹو سٹیٹ مشین خرید کر جامعہ احمدیہ کو دی گئی۔

(vii) امام بی بی ٹرسٹ کے تحت ۲۰ طالبعلموں کو وظیفہ دیا جاتا ہے۔

۳۔ وقفِ جدید کے دفتر اطفال کا اجرا

۷؍اکتوبر ۱۹۶۶ء کو اس کا اجراء ہوا۔ جماعت کے بچوں کے دلوں میں بچپن سے ہی دین کی محبت کا بیج بونے کے لئے وقفِ جدید کا چندہ بچوں اور بچیوں کے ذمہ لگایا گیا۔ پہلے بچوں کے لئے پچاس ہزار کا ٹارگٹ مقرر فرمایا۔ اس کے بعد حضور نے ایک لاکھ کا ٹارگٹ مقرر فرمایا۔

۴۔ تحریکِ جدید دفتر سوم کا اجرا

نوجوان اور نئی نسل کو تحریک جدید میں شامل کرنے کے لئے آپ نے تحریکِ جدید دفتر سوم کا اجرا فرمایا۔ اس کا اعلان ۲۳؍اپریل ۱۹۶۶ء کو ہوا۔

۵۔ تعلیم القرآن کی تحریک

۹؍اپریل ۱۹۶۶ء کو جاری فرمائی۔ آپ نے فرمایا:۔

"میں پھر تمام جماعتوں کو تمام عہدیداران کو، خصوصاً امرائے اضلاع کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ قرآن کریم کا سیکھنا، جاننا اس کے علوم کو حاصل کرنا اور اس کی باریکیوں پر اطلاع پانا اور ان راہوں سے آگاہی حاصل کرنا جو قربِ الٰہی کی خاطر قرآن کریم نے ہمارے لئے کھولے ہیں ازبس ضروری ہے۔ اس کے بغیر ہم وہ کام ہرگز نہیں انجام دے سکتے جس کے لئے اس سلسلہ کو قائم

کیا ہے۔ پس میں آپ کو ایک دفعہ پھر آگاہ کرتا ہوں اور متنبہ کرتا
ہوں کہ آپ اپنے اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوں اور اپنی انتہائی
کوشش کریں کہ جماعت کا ایک فرد بھی ایسا نہ رہے۔ نہ بڑا۔ نہ چھوٹا
نہ مرد، نہ عورت، نہ جوان، نہ بچہ کہ جسے قرآن کریم ناظرہ پڑھنا نہ آتا
ہو۔ جس نے اپنے ظرف کے مطابق قرآن کریم کے معارف حاصل
کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔"

(الفضل ۲۷ جولائی ۱۹۶۶ء)

۶۔ وقفِ عارضی کی تحریک

۱۸ مارچ ۱۹۶۶ء کو اس تحریک کا اعلان فرمایا۔ سال میں دو سے چھ
ہفتوں تک کے لئے اپنے خرچ پر خدمتِ دین کے لئے وقف کرنے کی تحریک
فرمائی۔ آپ نے پانچ ہزار واقفین کا مطالبہ کیا۔

۷۔ مجلسِ ارشاد کا قیام

جماعت کے نوجوانوں کی علمی، تحقیقی ترقی کے لئے مجلس ارشاد مرکزیہ کا قیام
فرمایا۔ حضور تحقیقی مقالہ جات کے عنوانات خود تجویز فرماتے اور پھر مجلس ارشاد
کے اجلاس میں جس کی صدارت بھی حضور خود ہی فرماتے۔ یہ مضامین پڑھ کر
سنائے جاتے۔ مرکز کے علاوہ پاکستان کے دیگر بڑے بڑے شہروں میں بھی
اس مجلس کا قیام عمل میں آیا۔ اور اس کے اجلاس ہوتے رہے۔

۸ - بد رسوم کے خلاف جہاد

۱۹۶۷ء میں جماعتِ احمدیہ میں پاکیزگی کو قائم کرنے کے لئے ہر بدعت اور بد رسم کے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا -

۹ - اتحاد بین المسلمین کی تحریک

۲۲ اگست ۱۹۶۷ء کو کراچی میں اپنے پہلے مغربی ممالک کے دورہ کے بعد ایک پریس کانفرنس میں آپ نے اتحاد بین المسلمین کی تحریک پیش فرمائی ، کہ سات سال کے لئے تمام فرقے اپنے باہمی اختلافات بھلا کر ، متحد ہو کر غلبۂ اسلام کی مہم میں حصّہ لیں - اور عالم اسلام کے خلاف کی گئی عالمی سازشوں کا مقابلہ کریں - کاش کہ آج ہی مسلمانانِ عالم اس تحریک کی طرف توجہ کریں -

۱۰ - تسبیح و تحمید اور درود شریف کی تحریک

۱۹۶۸ء میں حضور نے جماعت کو بکثرت تسبیح و تحمید اور درود شریف پڑھنے کی تاکید فرمائی اور حضرت مسیح موعود کے الہام :-

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ -

کا ورد کرنے کی تحریک فرمائی -

تمام مرد و زن کے لئے کم از کم ۲۰۰ مرتبہ دن میں - ۱۵ سے ۲۵ سال

کے نوجوانوں کے لئے ۱۰۰ مرتبہ۔ ۷ سے ۱۵ سال کے بچوں کے لئے ۳۳ مرتبہ اور اس سے کم عمر کے لئے ۳ مرتبہ ورد کرنے کی تلقین فرمائی۔

۱۱۔ تحریکِ استغفار

۱۹۶۸ء میں ہی آپ نے جماعت پر غلبۂ اسلام کی عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اور اس راہ میں حائل بشری کمزوریوں کو ڈھانپنے کیلئے کثرت سے استغفار کرنے کی تحریک فرمائی۔

۱۲۔ سورۃ بقرہ کی ابتدائی سترہ آیات یاد کرنے کی تحریک

۱۹۶۹ء میں آپ نے اپنے دل میں شدت سے پیدا ہونے والی الٰہی تحریک کی بنا پر سورۃ بقرہ کی ابتدائی سترہ آیات کو حفظ کرنے اور معنی و تفسیر سیکھنے کی تحریک فرمائی۔

۱۳۔ خاص دعاؤں کی تحریک

۱۹۶۹ء میں آپ نے جماعت اور دنیا کو پیش آنیوالے حالات کو بھانپتے ہوئے جماعت کو کثرت سے

رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنَا وَانْصُرْنَا وَارْحَمْنَا اور

رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا

وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ ۔

پڑھنے کی تاکید فرمائی ۔

۱۴ ۔ مجالس موصیاں کا قیام

۱۹۶۹ء میں موصیان کی اخلاقی اور روحانی ترقی کے لئے اس مجلس کا قیام فرمایا ۔ اور اس مجلس کے ذمہ قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے کا کام لگایا ۔

۱۵ ۔ وقف بعد ریٹائرمنٹ کی تحریک

ریٹائرڈ افراد کی صلاحیتوں سے جماعتی کام لینے کے لئے آپ نے وقف بعد ریٹائرمنٹ کی تحریک فرمائی اور نظارت اصلاح وارشاد کے ذریعہ ان افراد کی دینی علوم میں استعداد بڑھانے کا بھی انتظام فرمایا ۔

۱۶ ۔ اشاعتِ قرآن کی تحریک

قرآن کریم کو دنیا کی ہر قوم تک اس کی زبان میں پہنچانے کے لئے ۱۸ فروری ۱۹۷۰ء کو ربوہ میں ایک جدید پریس کا سنگِ بنیاد رکھا جس کا نام نصرت پرنٹرز اینڈ پبلیکیشنز ہے ۔ دنیا کے بڑے بڑے ممالک کے مشہور ہوٹلوں کے کمروں میں قرآن کریم کے نسخے رکھوائے گئے ۔

۱۷۔ نصرت جہاں آگے بڑھو سکیم ۱۹۷۰ء

۱۹۷۰ء میں جب آپ مغربی ممالک کا دورہ فرما رہے تھے تو گیمبیا میں قیام کے دوران اللہ تعالیٰ نے بڑی شدت کے ساتھ آپ کے دل میں ان ممالک میں کم ازکم ایک لاکھ پونڈ خرچ کرکے ان ملکوں کے غریب اور مظلوم انسانوں کی خدمت کرنے کی تحریک ڈالی۔ چنانچہ مغربی افریقہ سے واپس پاکستان تشریف لاتے ہوئے بیت فضل لنڈن میں آپ نے "نصرت جہاں ریزرو فنڈ" کا اعلان فرمایا۔ اس تحریک کا نام آپ نے "نصرت جہاں آگے بڑھو سکیم" تجویز فرمایا۔ اس کا مقصد افریقہ میں ہسپتال اور تعلیمی ادارے قائم کرکے وہاں کے عوام کی خدمت کرنا ہے۔ اس عظیم الشان سکیم کا مقصد صرف اور صرف افریقہ کی خدمت کرنا ہے۔ اور باقی دنیا کی طرح افریقہ کو لوٹنا نہیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ ان ملکوں میں کمایا ہوا ایک پیسہ بھی باہر نہیں جائے گا بلکہ انہیں ملکوں کی بہبود پر خرچ ہوگا۔

اس سکیم کی تحریک فرماتے ہوئے حضور نے خاص طور پر اس فکر کا اظہار فرمایا کہ یہ قربانی اللہ تعالیٰ کے حضور مقبول ہو اور اس امر کے لئے خاص طور پر دعا کرنے کی تحریک فرمائی۔

چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے کس شان سے اس دعا اور تحریک کو قبول فرمایا اور اس منصوبے میں کس قدر برکت عطا فرمائی۔ آپ ایک روز ڈاک ملاحظہ فرما رہے تھے۔ نصرت جہاں کے متعلق

رپورٹ پڑھی تو مجھ سے فرمانے لگے کہ دیکھو میں نے یہ منصوبہ صرف باون[۵۲] لاکھ (غالباً) سے شروع کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی برکت دی ہے کہ اب ایک ہسپتال کی آمد کی ۱۶ لاکھ روپے (غالباً) کی رپورٹ ہے اور لکھا ہے کہ فلاں فلاں وجوہات کی وجہ سے ابھی کم آمد ہوئی ہے۔

یہ منصوبہ جس کے متعلق اندازہ تھا کہ سات سال میں مکمل ہوگا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ڈیڑھ دو سال میں مکمل ہوگیا اور اس کے حیرت انگیز نتائج ظاہر ہوئے۔ الحمد للہ۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے ہسپتالوں میں مریضوں کے لئے غیر معمولی شفا رکھ دی اور دُور دُور تک ان کا شہرہ ہو گیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس منصوبے کے تحت چلنے والے سکول بھی ان ممالک کے عوام کی غیر معمولی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ خلافتِ ثالثہ کے اختتام تک ان ممالک میں کام کرنے والے ہسپتالوں اور سکولوں کی تعداد مندرجہ ذیل تھی:۔

ہسپتال :۔ ۲۱

سیکنڈری سکول :۔ ۳۵

پرائمری اور مڈل سکول :۔ ۱۰۰ سے زائد

۱۹۸۲ء تک نصرت جہاں سکیم کے تحت ۱۸ ہسپتال اور ۲۳ سکول کام کر رہے تھے۔ اور اس سکیم کا بجٹ ۴ کروڑ روپے سے تجاوز کر چکا تھا۔

اس سکیم کی عظیم کامیابی کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے فرمایا :۔

"نصرت جہاں سکیم کو اللہ تعالیٰ نے ایسی عظیم الشان کامیابی عطا کی ہے کہ ساری دنیا کے دماغ مل کر بھی اس کا تصور نہیں کر سکتے۔"

(تقریر جلسہ سالانہ ۲۷ دسمبر ۱۹۸۰ء)

۱۸۔ گھوڑے پالنے کی تحریک ۱۹۷۰ء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں فرمودہ گھوڑوں کی اہمیت کے پیش نظر اور دنیا کو پیش آمدہ حالات کی روشنی میں جہاں ایٹمی جنگ کا خطرہ ہر وقت اس کے سر پر منڈلا رہا ہے۔ آپ نے جماعت کو گھوڑے پالنے کی تحریک فرمائی۔ اور فرمایا کہ جشن صد سالہ تک جماعت ۴۰ ہزار گھوڑے تیار کرے۔ آپ نے PAK ARAB نسل کی افزائش کی طرف توجہ دلائی۔ ربوہ میں اس سلسلہ میں ایک کلب "خَیْلٌ لِلرَّحْمٰن" کے نام سے بنایا اور ہر سال اس کے زیر انتظام ربوہ میں ایک گھڑ دوڑ ٹورنامنٹ کا بندوبست فرمایا جس میں حضور ذاتی دلچسپی لیتے تھے۔

۱۹۔ مجلسِ صحت کا قیام

افرادِ ربوہ کی جسمانی صحت کی بہتری کے لئے یکم مارچ ۱۹۷۲ء کو مجلسِ صحت کے قیام کا اعلان فرمایا جس کا کام ربوہ کے تمام باشندوں کیلئے کھیلوں اور ورزش جسمانی کا انتظام کرنا اور اس کے لئے گراؤنڈ مہیا کرنا ہے۔

۲۰۔ تعمیر مہمان خانہ جات کی تحریک

تعلیمی اداروں کے قومیائے جانے کے بعد جلسہ سالانہ کے ایام میں مہمانوں کو ٹھہرانے کے لئے قیام گاہوں کی ضرورت تھی حضور نے بیرکس تعمیر کرنے کی تحریک فرمائی جس میں احباب جماعت نے لاکھوں روپیہ پیش کیا چنانچہ بیت اقصیٰ کے سامنے اور لنگر خانہ دار النصر کے سامنے اور دار الضیافت کے عقب میں لجنہ اماء اللہ کی جانب سے بیرکس تعمیر کروائی گئیں۔

۲۱۔ قلمی دوستی کی تحریک

۱۹۷۳ء میں حضور نے بین الاقوامی سطح پر جماعت کے سامنے قلمی دوستی کی تحریک رکھی تا مختلف ممالک میں بسنے والے احمدیوں کے آپس میں روابط بڑھیں اور تبلیغ کی راہیں بھی نکلیں۔

۲۲۔ صد سالہ احمدیہ جوبلی کا عظیم الشان منصوبہ

جلسہ سالانہ ۱۹۷۳ء کے موقعہ پر حضور نے الٰہی منشاء کے تحت ایک عظیم عالمگیر منصوبہ کا اعلان فرمایا جسے حضور نے

"صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ"

کا نام دیا۔

پندرھویں صدی ہجری اور جماعت احمدیہ کے قیام کی دوسری صدی الٰہی بشارتوں کے تحت عالمی غلبۂ اسلام کی صدی ہے۔ اس صدی میں وحدانیت کا قیام ہوگا اور تمام قومیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گی۔ اسلام کے اس عالمگیر غلبہ کو روکنے کے لئے شیطانی قوتیں بھی اپنی پوری طاقت کے ساتھ نبرد آزما ہیں اور روئے زمین پہ آج تک لڑی جانے والی تمام روحانی جنگوں میں سے یہ جنگ عظیم تر ہے۔

جماعت احمدیہ کے قیام پر سو سال پورے ہونے پر اظہار تشکر کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے صد سالہ جوبلی کا عظیم الشان منصوبہ جماعت کے سامنے پیش فرمایا۔ آپ نے فرمایا:۔

"ایک بین الاقوامی متحدہ حملہ کا منصوبہ بنایا گیا ہے تاکہ اسلام دنیا پر غالب نہ آئے۔ اس بین الاقوامی منصوبہ کا مقابلہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی منشا سے صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ بنایا

گیا ہے۔" (خطبہ جمعہ ۲۵ر فروری ۱۹۷۳ء)

پھر اس منصوبہ کی اہمیت بیان فرماتے ہوئے فرمایا:۔

"یہ اتنا زبردست منصوبہ ہے کہ مَیں پہلے بھی بتا چکا ہوں اور آج پھر کہتا ہوں آپ کے کانوں میں بار بار یہ بات ڈالنا چاہتا ہوں کہ آدم کی پیدائش کے بعد اتنا بڑا منصوبہ کبھی نہیں بنایا گیا۔ آدم سے لے کر آج تک اتنی زبردست جنگ (روحانی جنگ مادی ہتھیاروں سے نہیں) شیطانی قوتوں کے خلاف نہیں لڑی گئی جتنی اس زمانہ میں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے لڑی جانے والی ہے۔"

اس عالمگیر منصوبہ کا ماٹو "حمد اور عزم" ہے۔

اس منصوبہ کا سب سے بڑا مقصد بنی نوع انسان کو خدا تعالیٰ کی معرفت دلانا ہے۔ اس مقصد کے لئے دنیا کے ہر ملک میں مشن ہاؤس اور بیوت الحمد قائم کرنی ہیں۔

دوسرا بڑا مقصد قرآن کریم کی بکثرت اشاعت ہے اور اس کے ساتھ دنیا کی تمام زبانوں میں لٹریچر کی فراہمی ہے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا:۔

"کم از کم سو زبانوں میں اسلام کی بنیادی تعلیم پر مشتمل کتاب شائع کرنی ہے۔"

بنی نوع انسان کو اُمّتِ واحدہ بنانے کے لئے بین الاقوامی سطح پر جماعتوں اور احبابِ جماعت کا آپس میں اور مرکز سے رابطہ ہونا چاہیئے۔

اس مقصد کے لئے TELEX کا انتظام ہو اور ایک براڈ کاسٹنگ سٹیشن بھی ہو۔

روحانی پروگرام :۔

اس منصوبہ کے لئے احباب جماعت کے ذمہ حضور نے مندرجہ ذیل روحانی پروگرام لگایا :۔

(۱) صدی مکمل ہونے تک ہر ماہ ایک نفلی روزہ رکھنا۔

(۲) دو نفل روزانہ بعد نماز ظہر یا عشاء اور فجر کی نماز کے وقفہ کے دوران ادا کئے جائیں۔

(۳) درود شریف، استغفار اور تسبیح و تحمید کا وِرد روزانہ ۳۳، ۳۳ بار کیا جائے۔

(۴) مندرجہ ذیل دعائیں کم از کم گیارہ مرتبہ روزانہ پڑھی جائیں۔

(۱) رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ ٥

(۲) اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔

(۵) سورۃ فاتحہ روزانہ کم از کم سات مرتبہ غور و فکر کے ساتھ پڑھی جائے۔

مالی قربانی :۔

اس منصوبے کے لئے مالی تحریک کا نام "صد سالہ جوبلی فنڈ" رکھا اور جماعت کو ۲½ کروڑ روپے پیش کرنے کی تحریک فرمائی۔ جماعت نے اس فنڈ میں والہانہ طور پر اموال پیش کئے۔ ۱۹۸۲ء تک اس کا بجٹ دس کروڑ روپیہ سے

حضرت
صاحبزادہ مرزا ناصر احمد
کے بچپن کی ایک
یادگار تصویر

زمانہ طالب علمی کی تصویریں

زمانہ طالب علمی میں ایک دوست کے ساتھ (انگلستان)
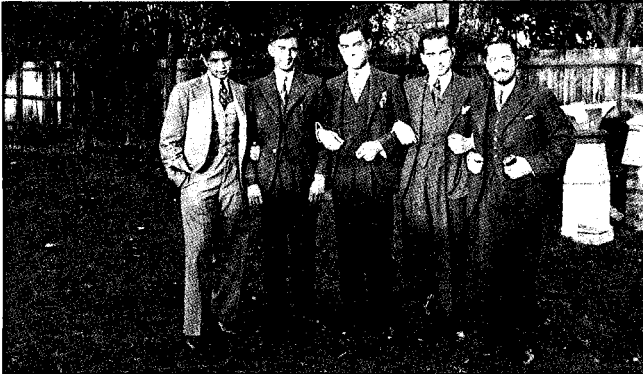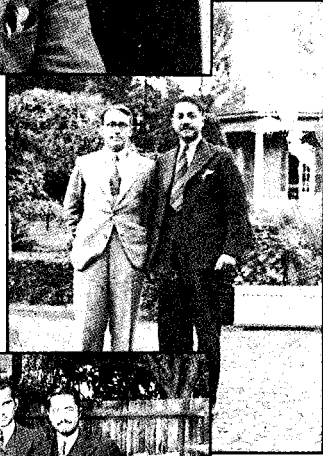
حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد (دائیں طرف سے پہلے) درمیان میں حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد

تعلیم الاسلام کالج کے زمانہ کی نادر تصاویر

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد. بحیثیت پرنسپل تعلیم الاسلام کالج (دائیں سے تیسرے
بوفیسر نصیر احمد خان صاحب (مرحوم) بھی تشریف

زائد تھا۔

اس منصوبے کے تحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو وسیع کام بڑی تیزی سے ہو رہا ہے اس کا تفصیلی ذکر ممکن نہیں۔ مختصراً یہ کہ اس کے تحت کئی ممالک میں نئے مراکز اور بیوت الحمد کا قیام ہے۔ بیت بشارت جو کہ پیدرو آباد سپین میں بنائی گئی اسی منصوبے کا اہم شیریں ثمر ہے۔ اس کا سنگِ بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۹ر اکتوبر ۱۹۸۰ء کو رکھا اور اس کا افتتاح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دس ستمبر ۱۹۸۲ء کو فرمایا۔
قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم شائع ہو رہے ہیں اور لٹریچر کا انگریزی و دیگر زبانوں میں ترجمہ کیا جا رہا ہے اور ساتھ کے ساتھ کتب شائع ہو رہی ہیں۔

جماعت کے قیام پر سو سال پورے ہونے پر یعنی ۲۳ر مارچ ۱۹۸۹ء کو صد سالہ جوبلی کا جشن منانے کا پروگرام بھی اسی منصوبہ کا حصّہ ہے اور جماعت کا یہ اظہارِ تشکر اس سال کے آخر تک جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد کے ترانے گاتے ہوئے جماعت نئی صدی میں داخل ہوگی۔ اس صدی میں بھرپور روحانی شان کے ساتھ داخل ہونے کے لئے آپ نے بار بار اپنے خطبات اور تقاریر میں اس کی عملی تیاری کی طرف توجہ دلائی اور جماعت کو اپنی تربیت کرنے کی طرف متوجہ فرمایا۔ احمدی عورتوں کے لئے ایک مرتبہ مجھے بھی آپ نے یہی پیغام دیا کہ

"عورتوں سے کہنا کہ غلبہ دین کی صدی کی تیاری کے لئے وہ اپنی

تربیت کریں اور اپنے بچوں کی تربیت کریں"۔

اور ساتھ ہی یہ نصیحت بھی فرمائی کہ یہ بات پُر زور طریق پر کہنا۔

۲۳۔ سائیکل سفر

۱۹۷۳ء میں حضور نے خدام الاحمدیہ کو سائیکل خریدنے اور سائیکل چلانے اور اجتماعات کے موقعہ پر سائیکل پر آنے کی تحریک فرمائی۔ حضور نے سالانہ جوبلی کے موقعہ پر جماعت سے ایک لاکھ سائیکل سواروں کا مطالبہ کیا۔

۲۴۔ خدّام کو غلیل رکھنے کی تحریک

۱۹۷۳ء میں حضور نے غلیل رکھنے کی تحریک جاری فرمائی۔

۲۵۔ حفظِ قرآن کی تحریک

قرآن کریم کو حفظ کرنے کے سلسلہ میں حضور نے خدام کو ارشاد فرمایا کہ وہ قرآنِ مجید کا ایک ایک پارہ حفظ کریں۔ جب ایک پارہ حفظ ہو جائے تو دوسرا کریں اس سکیم سے حضور کا مقصد زیادہ سے زیادہ حفاظ تیار کرنا تھا۔

۲۶۔ اطفال کے معیار کبیر کا قیام

حضور نے اطفال کو ۲ دو معیاروں میں تقسیم فرمایا۔ ۷ سے ۱۲ سال تک معیارِ صغیر اور ۱۲ سے ۱۵ سال تک کے بچوں کا معیار کبیر۔

معیار کبیر کو خدام الاحمدیہ کی نرسری قرار دیتے ہوئے ان کے لئے ایسے پروگرام وضع کرنے کی ہدایت فرمائی جس سے وہ خدام الاحمدیہ میں شامل ہونے سے قبل ہی ایک خادم کی ٹریننگ حاصل کر لیں۔

۲۷۔ گریجوایٹ کو وقف کرنے کی تحریک

۱۹۷۵ء میں اشاعتِ دین حق کی غرض سے آپ نے گریجوایٹ احمدی نوجوانوں کو وقف کرنے کی تحریک فرمائی جو کہ انگریزی پڑھ اور بول سکتے ہوں تا کہ وہ بنیادی دینی تربیت لینے کے بعد ممالک غیر میں جا کر اپنی روزی بھی کمائیں اور تبلیغ بھی کریں۔

۲۸۔ وقفِ جدید کے لئے درجہ دوئم کے معلمین کی تحریک

۱۹۷۶ء میں حضور نے وقفِ جدید کے موجود معلّمین کی تعداد کو جماعتی ضرورت کے لحاظ سے کم محسوس فرماتے ہوئے درجہ دوئم کے معلّمین کی سکیم جماعت کے سامنے رکھی۔ اس کے تحت مقامی جماعتوں سے افراد تین تین ماہ کے لئے مرکز میں آکر وقفِ جدید کے زیر انتظام دینی تعلیم حاصل کر کے واپس جا کر دینی اپنی جماعتوں میں تعلیم و تربیت کا کام کرتے ہیں۔

۲۹۔ کمیونٹی سنٹر اور عیدگاہ کے قیام کی تحریک

۱۹۸۰ء میں لندن میں حضور نے یورپی ممالک میں احمدی بچوں کو احمدی

ماحول دینے کے لئے اور ان کی اخلاقی اور روحانی تربیت کے لئے نیز مغربی
اقوام کے ساتھ تعلقات بڑھانے کی غرض سے حضور نے ان ممالک میں وسیع
قطعات زمین برائے عیدگاہ و کمیونٹی سنٹرز خریدنے کی تحریک فرمائی ۔
اسلام آباد ٹلفورڈ انگلستان میں اور جرمنی اور ہالینڈ میں وسیع قطعات
زمین حضور کی نیک خواہشات اور دعاؤں کا ثمر ہیں ۔ الحمدللہ۔

۳۰ ۔ انصاراللہ صفِ دوم کا قیام

۱۹۷۶ء میں انصاراللہ کے سالانہ اجتماع پر حضور نے انصاراللہ کے
صف دوم کے قیام کا اعلان فرمایا ۔ اس میں ۴۰ سے ۵۰ سال تک کی عمر کے
انصار شامل ہیں۔ آپ نے ان کے لئے "درجوانوں کے جوان" کی اصطلاح
وضع فرمائی ۔ ان کا کام انصاراللہ کی تنظیم اور اُن کے کاموں کو تیز سے تیز تر
کرنا ہے ۔ نیز خدام کے ساتھ سروے سکیم میں بھی شامل ہونا ہے ۔

۳۱ ۔ فولڈر شائع کرنے کی تحریک

۱۹۷۸ء میں سفر یورپ کے دوران آپ نے جماعت کے تعارف ۔ اس کے
مقاصد اور اس کے کاموں پر مشتمل فولڈر مختلف زبانوں میں شائع کرنے کی تحریک فرمائی ۔

۳۲ ۔ احمدیہ تعلیمی منصوبہ

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :۔

"علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے۔"

(ملفوظات جلد ہشتم ص۶)

پھر آپ اپنی جماعت کے متعلق پیشگوئی فرماتے ہیں :۔

"میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔" (تجلیاتِ الٰہیہ ص۲۱)

جماعت کی علمی ترقی اور اس کے افراد کی قرآن کریم کی تعلیم کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی قابلیت کو بڑھانے کے لئے تا وہ اپنی عاقبت بھی سنوارنے والے ہوں۔ اور عام بنی نوع انسان کے لئے ہدایت کا ذریعہ بننے والے ہوں۔ آپ نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو ایک عظیم الشان تعلیمی منصوبہ کا اعلان فرمایا جو کہ اپنے وسیع اور دیرپا اثرات کی وجہ سے جماعت کی ترقی میں یقیناً ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس منصوبہ کے اہم نکات یہ ہیں :۔

۱۔ جماعت کا ہر بچہ آئندہ دس سال کے اندر کم از کم میٹرک اور ہر بچی کم از کم مڈل ضرور پاس کرے (مڈل کی حد صرف سکول میسر نہ ہونے کی وجہ سے رکھی۔ ورنہ بچیوں کے لئے بھی کم از کم معیار میٹرک ہی رکھا)۔

۲۔ کوئی بھی اچھا ذہن ضائع نہیں ہونے دیا جائے گا اور یہ کہ جماعت ہر قیمت پہ ہر ذہین بچہ کو سنبھالے گی۔

۳۔ ہر احمدی طالب علم اپنے سالانہ امتحان کے نتیجہ کی اطلاع خلیفۃ المسیح کو دیا کرے گا۔

۴۔ یونیورسٹی اور بورڈ کے امتحانات میں اوّل، دوم، سوم پوزیشنز حاصل کرنے والے طلباء اور طالبات کو سونے کے تمغہ جات انعام میں دیئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ مقررہ نمایاں پوزیشنز حاصل کرنے والوں کو تفسیر صغیر اور تفاسیر حضرت مسیح موعود دیئے جانے کا اعلان فرمایا۔

حضور نے اس منصوبہ میں ذاتی طور پر بہت دلچسپی لی طلباء کی حوصلہ افزائی اور رہنمائی فرمائی۔ آپ کی اس ذاتی دلچسپی اور اس منصوبہ کے نتیجہ میں احمدی طلباء میں حصولِ علم کے لئے ایک نئی لہر دوڑ گئی اور اعلیٰ پوزیشنز حاصل کرنے کے لئے ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا ہوا جس کے فوری نتائج جماعت کے سامنے آئے۔

آپ نے طلباء کو ذہن اور حافظہ کی قابلیت کو بڑھانے کیلئے سویا لیسی تھین کھانے کی طرف بھی توجہ دلائی۔ حضور خود بھی اس کا باقاعدہ استعمال فرماتے تھے۔ اس منصوبہ کے زیر انتظام تمغہ جات دینے کی کل سات تقاریب حضور کی زندگی میں منعقد ہوئیں جن میں کل ۳۲ تمغہ جات تقسیم ہوئے۔ تفصیل یہ ہے۔

اوّل : ۱۷   دوم : ۱۰   سوم : ۵

ذہین طلباء کو وظائف بھی دیئے جاتے ہیں ان کا نام :۔

"وظائف ادائیگی حقوقِ طلباء" ہے۔

اس منصوبہ میں یہ کام بھی شامل ہے کہ وہ جماعت کے تمام طالبعلموں کے تعلیمی کوائف مرکز میں جمع کرے اور مرکز میں طالب علم کے کوائف کا

اندراج ایک کارڈ پر ہو۔ حضور کا ارادہ اس پروگرام کو COMPUTERIZED کرنے کا تھا تاکہ کمپیوٹر کی مدد سے ہر طالب علم کی علمی حالت کا اور تعلیمی ترقی کا پتہ چل سکے۔

۳۲۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا وِرد کرنے کی تحریک

۱۹۸۰ء کے دَورہ کے دَوران حضور نے ایک کشف دیکھا۔ آپ نے فرمایا:۔

"مَیں رات کے وقت اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہُوئے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا وِرد کر رہا تھا۔ مَیں نے دیکھا کہ ساری کائنات میرے ساتھ حمد کر رہی ہے اور حمد باری تعالیٰ کی موجیں لہر در لہر آگے بڑھ رہی ہیں۔ یہ عجیب کیفیّت کا عالم تھا۔ مَیں نے اس کی یہ تعبیر سمجھی کہ توحید باری کے قیام کا وقت آگیا ہے اور دہریت اشتراکیت اور شرک اور خدا سے دوری کے تمام طریقے ختم ہو جائیں گے اور یہ سلسلہ عنقریب ایک صدی کے اندر اندر ختم ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔

چنانچہ حضور نے احباب جماعت کو کثرت سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ورد کرنے کی تلقین فرمائی۔

موجودہ دَورِ ابتلاء میں اس تحریک کی حکمت واضح ہُوئی۔

۳۴ ۔ ورزشی کلب

۱۹۸۱ء میں حضور نے تمام جماعتوں کو صحت کو بہتر بنانے کے لئے ورزشی کلب بنانے کی تحریک فرمائی ۔ فرمایا

"مرد بھی اور لجنہ بھی کلب بنائیں اور ہر احمدی اس کلب کا ممبر بنے ۔"

۳۵ ۔ دس سالہ تحریک

۲۸ اکتوبر ۱۹۷۹ء کو غلبۂ دین حق کی صدی کے لئے حضور نے دس سالہ لائحہ عمل تجویز فرمایا ۔

۱ ۔ ہر بچہ قاعدہ یسرنا القرآن جانتا ہو ۔
۲ ۔ قرآن مجید ناظرہ جاننے والے ترجمہ اور تفسیر سیکھیں ۔
۳ ۔ ہر بچہ کم از کم میٹرک ہو ۔
۴ ۔ ہر احمدی دین حق کی حسین تعلیم پر قائم ہو ۔

بیرونی ممالک کے دَورہ جات

دنیا میں دینِ حق کا پیغام پہنچانے کے لئے اور بیرونی ممالک میں بسنے والے احمدیوں کی تربیت کے لئے حضور نے اپنے دورِ خلافت میں یورپی ممالک، افریقہ اور امریکہ کے دَورہ جات کے لئے سات تبلیغی سفر اختیار فرمائے۔

پہلا سفرِ یورپ ۱۹۶۷ء

حضور نے ۶ رجولائی ۱۹۶۷ء کو اپنے دورِ خلافت کا پہلا سفر برائے ممالک بیرون اختیار فرمایا۔ یہ دورہ ۲۴ راگست ۱۹۶۷ء تک جاری رہا۔ اس دَوران آپ نے مغربی جرمنی، سوئٹزرلینڈ، ہالینڈ، ڈنمارک اور انگلستان کا دورہ فرمایا۔
اسی دَورہ میں آپ نے خواتین کے چندہ سے تعمیر کردہ بیت نصرت جہاں کوپن ہیگن کا افتتاح فرمایا۔ نیز ۲۸ رجولائی کو وانڈز ورتھ ٹاؤن ہال لنڈن میں اہل یورپ سے تاریخی خطاب "امن کا پیغام اور ایک حرف انتباہ" فرمایا۔
اس دَورہ میں آپ نے سات پریس کانفرنسوں سے خطاب فرمایا۔

دوسرا سفر ۱۹۷۰ء

دوسرا سفر آپ نے ۱۹۷۰ء میں اختیار فرمایا۔ اس دوران آپ نے یورپ اور افریقہ کے مختلف ممالک سوئٹزرلینڈ، برطانیہ، جرمنی، سپین، نائیجیریا،

غانا، آئیوری کوسٹ، لائبیریا، گیمبیا اور سیرالیون کے مشنوں کا دَورہ کیا۔ یہ کسی خلیفۂ وقت کا افریقی ممالک کا پہلا دَورہ تھا۔

یہ وہ اہم دَورہ تھا جس کے دَوران سپین میں مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کی یاد اور موجودہ حالت نے حضور کے دل میں شدید درد پیدا کیا اور اس کرب کی وجہ سے آپ ساری رات جاگے اور دعائیں کرتے رہے۔ جواب میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو وقتِ مقررہ پر آپ کی دعاؤں کے قبول ہونے کی بشارت دی۔

دیگر مصروفیات کے علاوہ اس دَورہ کے دَوران آپ نے دس پریس کانفرنسوں سے خطاب فرمایا۔ پانچ بیوت الصلوٰۃ کا افتتاح فرمایا۔ چار بیوت الصلوٰۃ کا سنگِ بنیاد رکھا۔ دو یونیورسٹیوں میں خطاب فرمایا۔ ٹیلی ویژن کو انٹرویو دیا۔ یہ دَورہ چار اپریل ۱۹۸۰ء کو شروع ہوا اور ۸ رجون کو اختتام پذیر ہوا۔

تیسرا سفر یورپ ۱۹۷۳ء

یورپی ممالک کا یہ دَورہ ۱۳ رجولائی ۱۹۷۳ء ۲۶ رستمبر ۱۹۷۳ء جاری رہا۔ اس دوران آپ نے انگلستان، ہالینڈ، مغربی جرمنی، سوئٹزرلینڈ، اٹلی، سویڈن اور ڈنمارک کا دَورہ فرمایا۔

اس دورہ میں انگلستان میں قیام کے دوران آپ نے یورپ میں ایک اعلیٰ قسم کا پریس قائم کرنے کے امکانات کا تفصیلی جائزہ لیا اور طباعت کے مختلف اداروں کا معائنہ فرمایا۔ الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی اس خواہش کو بھی پورا فرمایا اور خلافتِ رابعہ کے بابرکت دَور میں اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں

"الرقیم" کے نام سے ایک COMPUTERIZED پریس کا قیام عمل میں آگیا ہے۔ جو دن رات جماعت کا لٹریچر شائع کرنے میں مصروف ہے۔

چوتھا سفرِ یورپ ۱۹۷۵ء

یہ دَورہ پانچ اگست ۱۹۷۵ء تا ۲۹ اکتوبر ۱۹۷۵ء جاری رہا۔ اگرچہ اس سفر کے اختیار کرنے کا ایک اہم مقصد حضور کی کئی ماہ سے مسلسل جاری بیماری کی صحیح تشخیص اور علاج تھا لیکن اس دَورہ میں بھی آپ جماعتی تربیت اور تبلیغی کاموں میں مصروف رہے۔ اس دوران آپ نے سکنڈے نیوین ممالک کا دَورہ فرمایا اور صد سالہ جوبلی کے منصوبہ کے تحت تعمیر ہونے والی سویڈن کی سب سے پہلی بیت الصلوٰۃ کا سنگ بنیاد رکھا۔ سویڈن میں اللہ تعالیٰ نے ۱۴ افراد کو آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

۲۴۔۲۵ اگست کو انگلستان کے جلسہ سالانہ میں افتتاحی اور اختتامی خطابات فرمائے۔ انفرادی اور اجتماعی ملاقاتیں اور مجالسِ عرفان ہوتی رہیں۔

پانچواں سفر ۱۹۷۶ء

یہ سفر ۲۰ جولائی ۱۹۷۶ء تا ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۶ء جاری رہا۔ اس سفر میں آپ نے امریکہ۔ کینیڈا، انگلستان، سویڈن، ناروے، ڈنمارک، مغربی جرمنی، سوئٹزرلینڈ اور ہالینڈ کا دَورہ فرمایا۔

امریکہ میں دَورہ کے دَوران جماعتہائے متحدہ امریکہ کے سالانہ کنونشن کے

افتتاحی اور اختتامی اجلاسوں سے خطاب فرمایا۔ جماعت کی تبلیغی اور تربیتی سرگرمیوں کا جائزہ لیا اور مزید ہدایات سے نوازا۔ سویڈن کے شہر گوٹن برگ میں بیت الصلوٰۃ کا افتتاح فرمایا۔

اس سفر میں ۲۳ افراد کو بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ گیارہ کانفرنسوں سے خطاب فرمایا۔ سویڈن ریڈیو نے آپ کا انٹرویو ریکارڈ کیا۔ سوِس ریڈیو نے بھی وہاں کے مسلمانوں کے لئے عید کا پیغام ریکارڈ کیا۔

چھٹا سفر ۱۹۷۸ء

یہ سفر ۸ رمئی ۱۹۷۸ء تا ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۸ء جاری رہا۔ اس دوران آپ نے مغربی جرمنی، سوئٹزرلینڈ، ہالینڈ، انگلستان، ناروے، سویڈن، ڈنمارک وغیرہ کا دَورہ فرمایا۔ اس دَورہ کا اہم ترین مقصد کسرِ صلیب کانفرنس میں شرکت فرمانا تھا جو کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت کامیاب رہی۔ جماعتی تربیت اور تبلیغ کی مصروفیات بھی جاری رہیں۔

ساتواں اور آخری سفر ۱۹۸۰ء

یہ دَورہ ۲۶ رجون ۱۹۸۰ء تا ۲۶ اکتوبر ۱۹۸۰ء جاری رہا اس دَورہ میں آپ نے تین براعظموں کے ان ممالک کا دَورہ فرمایا۔ مغربی جرمنی، سوئٹزرلینڈ۔ آسٹریا، ڈنمارک، سویڈن، ناروے، ہالینڈ، سپین، نائیجیریا، غانا، کینیڈا، ریاستہائے متحدہ امریکہ، انگلستان۔

اس سفر کے آخر میں آپ نے سپین میں ساڑھے سات سو سال کے بعد تعمیر ہونے والی تاریخی بیت بشارت کا سنگ بنیاد مورخہ ۹ اکتوبر ۱۹۸۰ء کو رکھا۔ یہاں آپ نے ایک پُر ہجوم پریس کانفرنس سے بھی خطاب فرمایا۔ اس بیت کو بنانے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے آپ کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہُوئے عطا فرمائی۔

اس سفر میں آپ نے ناروے میں بیت اور مشن ہاؤس کا افتتاح فرمایا۔ افریقہ کے ممالک میں ہسپتالوں اور سکولوں کا جائزہ لیا اور مزید کی منظوری عطا فرمائی۔ نیز باقی تمام ممالک میں تبلیغی اور تربیتی سرگرمیوں کا جائزہ لیا۔ اور ہدایات عطا فرمائیں۔ ممتاز دانشوروں اور اہم شخصیتوں سے ملاقاتیں فرمائیں۔ اور متعدد پریس کانفرنسوں سے خطاب فرمایا۔

خلافتِ ثالثہ کے دوران پُوری ہونیوالی پیشگوئیاں

حضرت مسیح موعود کی متعدد پیشگوئیاں آپ کے بابرکت دورِ خلافت میں پوری ہوئیں۔ ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں :۔

۱۔ بادشاہوں کا برکت حاصل کرنا

یہ عظیم الشان پیشگوئی حضور کے عہد مبارک میں جماعت احمدیہ گیمبیا کے پریذیڈنٹ الحاج الیف۔ ایم سنگھاٹے (جو اس وقت اپنے ملک کے گورنر جنرل تھے) کے حضرت مسیح موعود کے مقدس کپڑوں سے برکت حاصل کرنے پر پوری ہوئی۔

۲۔ تعمیرِ کعبہ کے مقاصد اور ان کا فلسفہ

۱۹۶۷ء میں بیت اللہ کی تعمیر کے ۲۳ عظیم الشان مقاصد اور ان کے فلسفہ پر روشنی ڈال کر حضرت مسیح موعود کے الہام مندرجہ ازالہ اوہام صفحہ ۶۳۵

"جو شخص کعبہ کی بنیاد کو ایک حکمت الٰہی کا مسئلہ سمجھتا ہے
وہ بڑا عقلمند ہے کیونکہ اس کو اسرار ملکوتی سے حصہ ہے۔
ایک اولوالعزم پیدا ہوگا۔"

کے پورا کرنے کا اعزاز جس ہستی کو حاصل ہوا وہ نافلہ موعود حضرت

خلیفۃ المسیح الثالث ہی تھے۔

۳۔ لنڈن میں تبلیغ دین کی توفیق ملنا

ازالہ اوہام ص۵۱۵، ص۵۱۶ پر حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :۔

"میں نے دیکھا کہ میں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے دین حق کی صداقت بیان کر رہا ہوں۔ بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔"

خود آپ نے اس خواب کی تفسیر یہ فرمائی کہ آپ خود نہیں بلکہ آپ کی تحریریں وہاں پھیل کر راست باز انگریزوں کو حلقہ بگوش دین حق کرنے کا باعث ہوں گی۔

جیسا کہ حضور کے دورہ جات کے ضمن میں درج کیا جا چکا ہے کہ حضور نے متعدد بار انگلستان کے سفر فرمائے اور پیام امن ان تک پہنچایا اس طرح حضور کے مبارک دور میں یہ رؤیا ظاہری لحاظ سے بھی پوری ہوئی۔

۴۔ وَسِّعْ مَكَانَكَ

قادیان کے گمنام سے گاؤں میں اکیلے کھڑے ہوئے ایک شخص کو الہاماً بتایا گیا۔ وَسِّعْ مَكَانَكَ

انتہائی کسمپرسی کے اس زمانہ میں جبکہ مالی تنگی نے اس رؤیا کو صرف اس رنگ میں پورا ہونے دیا کہ " الدار " میں تین چھپر کھڑے کر دیئے گئے۔ مگر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی زندگی میں بویا گیا یہ بیج آپ کے خلفاء کے عہد میں ایک خوبصورت باغ کی صورت اختیار کر گیا۔

۱۹۷۴ء میں حضور کو بھی خدا تعالیٰ نے وَسِّعْ مَكَانَكَ کی ہدایت فرمائی۔ ۱۹۷۴ء کے حالات میں جماعت کو مستقبل کی خوشخبری دینے والی اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا ثبوت وہ عالیشان عمارات ہیں جو دورِ خلافتِ ثالثہ میں ربوہ کے علاوہ ممالکِ بیرون میں تعمیر کی گئیں۔ اور زبانِ حال سے اس پیشگوئی کے بین الاقوامی سطح پر پوری آب و تاب سے پورا ہونے کا اعلان کر رہی ہیں۔

۵۔ علم و معرفت میں کمال

مارچ ۱۹۰۶ء میں حضرت مسیح موعود نے ایک حیرت انگیز پیشگوئی فرمائی جو تجلیاتِ الٰہیہ کے صـ۲۱ پر اس طرح درج ہے:۔

" میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نُور سے اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔"

مکرم ڈاکٹر عبد السلام صاحب کو نوبل انعام ملا۔ آپ دینِ حق پر قائم پہلے سائنسدان ہیں جنہیں یہ انعام ملا۔ نوبل پرائز کا یہ عالمی اعزاز ان کو ۱۹۷۹ء میں خلافتِ

طالعہ حسنِ فطرت
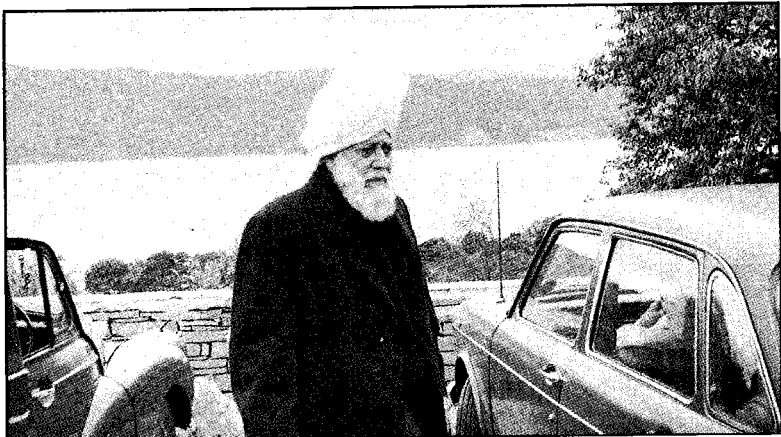
رت خلیفۃ المسیح الثالثؒ حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ اور حضرت مولانا ابوالعطاءؒ کے ساتھ بے تکلف گفتگو فرما رہے ہیں
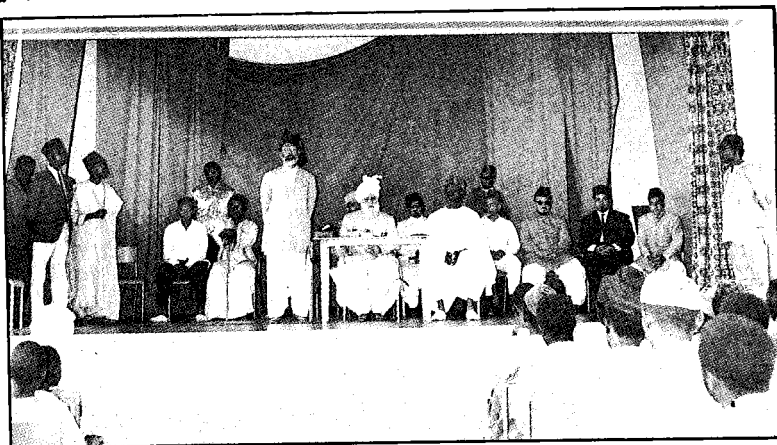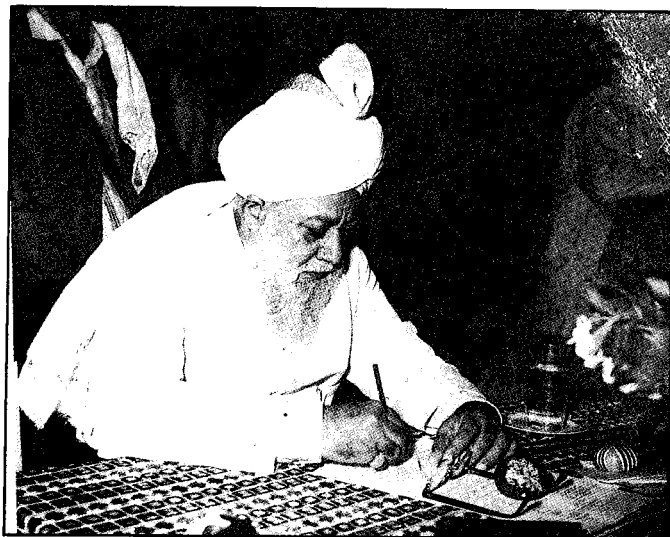
کام میں انہماک۔ دل بیار دست بکار
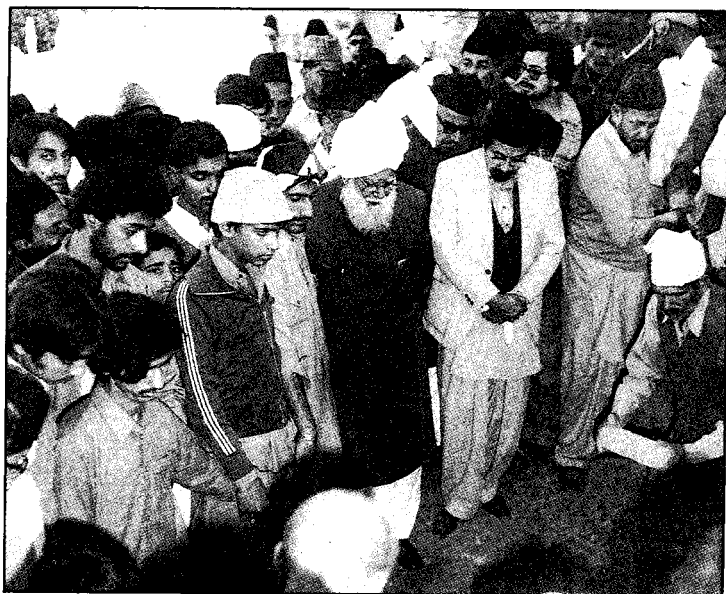
ثالثہ کے دور میں ملا۔

حضور کا تعلیمی منصوبہ بھی احمدی طلباء کو علم و معرفت عطا کرنے کا موجب بنا۔

۶۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا وِرد

خلافتِ ثالثہ کی حقانیت کا ایک نہایت تابناک نشان آپ کا یہ اعلان ہے کہ چودھویں صدی کا الوداع اور پندرھویں صدی کا استقبال لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے ورد سے ہونا چاہیئے۔

حضرت مسیح موعود کو مارچ ۱۸۸۲ء میں الہام ہوا کہ:۔

"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ۔ فَاکْتُبْ وَلْیُطْبَعْ وَلْیُرْسَلْ فِی الْاَرْضِ۔"

(براہین احمدیہ حصہ سوم صہ ۲۴۲ حاشیہ در حاشیہ)

ترجمہ:۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کو لکھو اور اسے چھپوایا جائے اور تمام دنیا میں بھیجا جائے۔

۱۹۸۰ء میں آپ نے ایک کشفی نظارے کے بعد جماعت کو کثرت سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ورد کرنے کی تلقین فرمائی۔ جگہ جگہ یہ کلمہ لکھا گیا۔ ستارۂ احمدیت کے وسط میں بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ درج ہے۔

۷۔ انقلاب ایران

۱۵ر جنوری ۱۹۰۶ء کو حضرت مسیح موعود بانیٔ

سلسلہ احمدیہ کو یہ الہام ہوا کہ :-

"تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد"

(بدر ۱۹ر جنوری ۱۹۰۶ء صلہ)

شاہِ ایران کے محل میں تزلزل کی یہ پیشگوئی ۱۶ر جنوری ۱۹۷۹ء کو شاہِ ایران کی حکومت کا تختہ الٹ جانے اور ایران کے مذہبی رہنما روح اللہ خمینی کے برسرِ اقتدار آنے کی صورت میں حضور کے عہدِ مبارک میں پوری ہوئی۔

۸ - بادشاہوں کا اظہارِ عقیدت

حضرت مسیح موعود کے الہام :-

"وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا"

(اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء)

کے مطابق ۱۹۷۰ء میں حضور کے دورۂ افریقہ کے دوران کئی سربراہانِ مملکت نے شرف ملاقات حاصل کیا جو ان کی عقیدت و محبت کا بڑا واضح ثبوت ہے۔

۹ - اشاعتِ دینِ حق کے جدید ذرائع

"اِنِّیْ اَنَا الرَّحْمٰنُ سَاَجْعَلُ لَکَ سُھُوْلَۃً فِیْ

کُلَّ اَمْرٍ۔ (حقیقۃ الوحی ص۹۵)

ترجمہ:۔ مَیں رحمٰن ہوں ہر ایک امر میں تجھے سہولت دوں گا۔

حضور کے دَور میں تبلیغِ حق کی راہ میں ملنے والی سہولتیں مثلاً پریس ریڈیو، ٹیپ ریکارڈز، کیمرے، ٹیلی وژن، ٹیلیکس، وی سی آر، فولڈرز اس الہام کے پورا ہونے کا زبردست ثبوت ہیں۔

۱۰۔ ۴ر اپریل ۱۹۷۹ء کو ایک ۵۲ سالہ شخص کا عبرتناک انجام عین پیشگوئی کے مطابق ہوا۔

لٹریچر

حضور کے بصیرت افروز خطبات وتقاریر پر مشتمل لٹریچر قریبًا دو ہزار صفحات پر محیط ہے جو ۳۶ مطبوعات پر مشتمل ہے۔ چند مطبوعات کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ تعمیر بیت اللہ کے ۲۳ عظیم الشان مقاصد۔

۲۔ صفاتِ باری کے مظہرِ اتم انسانیت کے محسن اعظمؐ کی عظیم روحانی تجلیات۔

۳۔ مقام محمدیت کی تفسیر۔

۴۔ حقوق انسانی اور آئین پاکستان۔

۵۔ اسلام مذہبی آزادی اور آزادئ ضمیر کا ضامن ہے۔

۶۔ المصابیح۔

۷۔ قرآنی انوار۔

۸۔ امن کا پیغام اور ایک حرفِ انتباہ۔

۹۔ اسلام کے اقتصادی نظام کے اصول اور فلسفہ۔

۱۰۔ دورۂ مغرب ۱۴۰۰ھ۔

ستارۂ احمدیت

۲۷ر دسمبر ۱۹۸۱ء کو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حضور نے دوسرے روز اپنے خطاب کے دوران جماعت کو ستارۂ احمدیت کا خصوصی اعزاز عطا فرمایا۔ اس کا ڈیزائن آپ نے اپنی نگرانی میں تیار کروایا۔ اس ستارہ کے وسط میں

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

درج ہے۔ اور اس کے چودہ کونے اسلام کی تاریخ کی چودہ صدیوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور ہر کونے میں اَللّٰهُ اَکْبَر تحریر ہے۔

تعمیرات

۱۸۸۲ء میں حضرت مسیح موعود کو الہام ہوا "وَسِّعْ مَكَانَكَ" دوبارہ یہی الہام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کو ۱۹۷۲ء میں ہوا۔ دراصل یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک بشارت اور پیشگوئی تھی جو ۱۹۷۴ء کے دگرگوں حالات میں جماعت

کو مستقبل کی خوشخبری کے طور پر عطا کی گئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کو طبعًا بھی عمارات تعمیر کروانے کا شغف تھا۔ چنانچہ قصرِ خلافت (دارالسلام النصرت) کی نو تعمیر شدہ عمارت کی تفاصیل بتاتے ہوئے جس کا نقشہ آپ نے خاص طور پہ ANGULAR DESIGN کا بنوایا تھا اور اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے اپنے ذاتی گھر (صاحبزادہ مرزا انس احمد اور صاحبزادی امۃ الشکور کے گھر) کا نقشہ دکھاتے ہوئے بھی مجھ سے فرمایا:۔

"مَیں آرکیٹکٹ ARCHITECT بھی ہوں نا!"

مرکز احمدیت ربوہ میں آپ کے دَورِ خلافت میں مندرجہ ذیل عمارات کی تعمیر ہوئی:۔

۱۔ بیت الاقصٰے۔	۲۔ دفتر فضلِ عمر فاؤنڈیشن
۳۔ خلافت لائبریری	۴۔ سرائے فضلِ عمر
۵۔ سرائے محبت نمبر ۱	۶۔ سرائے محبت نمبر ۲
۷۔ گیسٹ ہاؤس انصاراللہ	۸۔ سرائے خدمت (خدام الاحمدیہ)
۹۔ مخزن الکتب (احمدیہ بک ڈپو)	۱۰۔ دارالسلام النصرت (قصرِ خلافت)
۱۱۔ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری	۱۲۔ زنانہ مہمان خانہ جلسہ سالانہ

۱۳۔ مردانہ مہمان خانہ جلسہ سالانہ۔

۱۴۔ ۲۳ر مارچ ۱۹۸۲ء کو اپنے دستِ مبارک سے اپنی زندگی کا آخری سنگِ بنیاد صدسالہ احمدیہ جوبلی کے دفتر کا رکھا۔

آپ کے دورِ خلافت میں اندرون پاکستان کم و بیش ڈیڑھ صد بیوت الصلوٰۃ

تعمیر ہوئیں۔

بیرون از پاکستان اڑھائی صد بیوت الصلوٰۃ اور تیس[۳۰] کے قریب مشن ہاؤس قائم ہوئے۔

کل قریباً ۴۲۵ بیوت الصلوٰۃ و مشن ہاؤس تعمیر ہوئے۔ الحمدللہ۔

(بحوالہ خالد ربوہ۔ سیدنا ناصر دین نمبر)

دورِ ابتلاء ۱۹۷۴ء

۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت جماعت کے خلاف ایک ملک گیر مہم کا آغاز ہوا۔ جگہ جگہ نفرتوں کی آگ پھیلائی گئی۔ جذبات بھڑکائے گئے اور احمدیوں کے اموال لوٹے گئے۔ جانیں لی گئیں۔ انہیں گھر سے بے گھر کیا گیا احمدی لُٹ پُٹ کر، خستہ حال اپنے روحانی باپ کے پاس آتے اور واپس اس حال میں جاتے کہ ان کے چہروں سے ملال اور دُکھ کی گرد دُھل چکی ہوتی اور چہروں پر مسکراہٹیں برفانی پانی کے نالوں کی طرح بہہ رہی ہوتیں۔

۱۹۷۴ء کے دورِ ابتلاء میں آپ نے جماعت کی کشتی کو جس خوبصورتی، حوصلے اور حکمت عملی سے ابتلاء کے پُرخطر راستہ سے گزارا مستقبل کا مؤرخ ہمیشہ اسے فخر کے ساتھ دہرائے گا۔ اس دوران آپکا ایک وہ روپ تھا جو افرادِ جماعت اور اہلِ دنیا نے دیکھا۔ بشاشت، حوصلہ، قوت برداشت، عزم، استقلال، جرأتِ بے مثال، توکل علی اللہ اور غیر متزلزل ایمان۔ اور دوسرا روپ اس حلیم اور دردمند انسان کا وہ تھا جسے صرف وہ خود جانتا تھا یا خدا تعالیٰ۔ اور وہ روپ تھا اس عاجز انسان کا جس کی تمام تر توجہ صرف اور صرف اپنے رب کے حضور اس مشکل وقت میں اپنی ذمہ داریوں کی احسن رنگ میں ادائیگی کی توفیق۔

اور حضرت مسیح موعود کی امانت کی حفاظت کے لئے دعاؤں پر مبذول تھی۔ چنانچہ آپ نے مجھے بتایا کہ :۔

"۱۹۷۴ء میں مَیں نے تین دن تک منصورہ بیگم سے بھی کوئی بات نہ کی تھی"

آپ نے سارا وقت عاجزانہ دعاؤں میں گزارا اور تین ماہ کے اس عرصہ میں راتوں کو جاگ جاگ کر جماعت کے اس دُکھ کو دُور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرتے رہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس سارا عرصہ میں مَیں سکون سے سو نہیں سکا۔

قومی اسمبلی میں جولائی و اگست ۱۹۷۴ء میں آپ نے ۵۲ گھنٹے جماعت کے مؤقف کی وضاحت کے لئے گزارے۔ آپ سارا وقت بڑے حوصلے کے ساتھ اعتراضات کے جواب دیتے رہے۔ اس تمام عرصہ میں اللہ تعالیٰ کی خاص تائید آپ کے شامل حال رہی۔

اس دورِ ابتلاء میں ہونے والے جماعتی نقصانات کی کچھ تفصیل درج ذیل ہے۔ یہ تفصیل مَیں نے ایک ڈائری سے خلاصۃً نقل کی ہے جو کہ حضور نے اپنی ذاتی الماری میں رکھی ہوئی تھی۔

۲۹ مئی تا ۲۳ اکتوبر ۱۹۷۴ء کے فسادات کے نقصانات

۱۔ فسادات سے متاثرہ مقامات :۔

کل تعداد : ۲۵۷

(۱) صوبہ پنجاب :۔ ۳۰۰ ۲۔ صوبہ سندھ : ۸

۳۔ صوبہ سرحد :۔ ۲۲ ۴۔ صوبہ بلوچستان : ۴

۵۔ صوبہ آزاد کشمیر :۔ ۲۳

کل :۔ ۳۵۷

۲۔ شہداء :۔ کل تعداد :۔ ۲۸

۱۔ گوجرانوالہ :۔ ۱۰ ۲۔ کوہووال (گوجرانوالہ) :۔ ۲

۳۔ ٹوپی :۔ ۲ ۴۔ بالاکوٹ :۔ ۲

۵۔ خوشحال آباد شکرے : ۲ ۶۔ حافظ آباد :۔ ۱

۷۔ ٹیکسلا :۔ ۱ ۸۔ پشاور :۔ ۱

۹۔ ایبٹ آباد :۔ ۱ ۱۰۔ کوئٹہ :۔ ۱

۱۱۔ جہلم :۔ ۱ ۱۲۔ حیدرآباد :۔ ۱

۱۳۔ ربوہ :۔ ۱ ۱۴۔ کنری (سندھ) ۱

۱۵۔ تہال :۔ ۱

کل تعداد شہداء :۔ ۲۸

۳۔ زخمی :۔

زخمی :۔ ۲۲۹

۴۔ گرفتار :۔

(۱) گرفتار (بیرون ربوہ) :۔ ۱۵۸

(۲) گرفتار (از ربوہ) :۔ ۸۶

کل :۔ ۲۴۴

۵:۔ متاثرہ عبادت گاہیں:۔

(۱) متاثرہ عبادت گاہیں:۔ ۴۵

(۲) قبضہ شدہ عبادت گاہیں:۔ ۱۳

کل:۔ ۵۸

۶۔ متاثرہ لائبریریاں:۔

لائبریریاں:۔ ۲۴

۷۔ نقل مکانی:۔

۲۲ مقامات سے احمدیوں کو مجبوراً نقل مکانی کرنی پڑی۔

۸۔ احمدیہ مشن ہاؤس جنہیں تباہ کیا گیا:۔

احمدیہ مشن ہاؤس:۔ ۳

۹۔ سوشل اور اقتصادی بائیکاٹ:۔

جن مقامات پر احمدیوں کا سوشل اور اقتصادی بائیکاٹ کیا گیا:۔

کل تعداد:۔ ۱۷۷

وفات حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ

۳ر دسمبر ۱۹۸۱ء کو حضور کو اپنی حرم کی اندوہناک وفات کا صدمہ برداشت کرنا پڑا ۔ انسانی فطرت ساتھی کے سہارے کی محتاج ہے ۔ ایک روز آپ نے مجھ سے فرمایا کہ :۔

"جب حضرت اماں جان اور امی جان (حضرت امّ ناصر صاحبہ) کی وفات ہوئی تو منصورہ بیگم میرے ساتھ تھیں ، لیکن جب ان کی وفات ہوئی تو میرے ساتھ کوئی نہ تھا "

اس عظیم صدمہ کے موقعہ پر بھی آپ نے اپنے رب کی رضا پر سرِ تسلیم خم کیا ۔ اور کمال حوصلہ سے اس صدمہ کو برداشت کیا ۔

عقد ثانی

حضور نے اپنی حرم کی وفات کے بعد خالصتاً دینی اغراض کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت نکاح ثانی کرنے کا ارادہ فرمایا ۔ اس سلسلہ میں آپ نے چالیس روز دعائیں کیں جو کہ ۲۵ر فروری ۱۹۸۲ء تا ۵ر اپریل ۱۹۸۲ء جاری رہیں ۔ جماعت کے تین بزرگ افراد سے بھی آپ نے سات روز تک دعائیں کرکے استخارہ کرنے کے لئے فرمایا ۔ ۵ر اپریل ۱۹۸۲ء کی شام کو آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن پاکر شادی کا پیغام تحریر فرمایا اور اسے ۶ر اپریل کے شروع ہو جانے کے بعد کھولنے کے لئے ارشاد فرمایا ۔ ۱۱ر اپریل کو ہماری شادی ہوئی اور ۱۲ر اپریل کو

قصر خلافت کے لان میں دعوت ولیمہ دی گئی۔ شادی خاص طور پر انتہائی سادگی سے کی گئی۔ صرف دس آدمی برات کے ساتھ آئے اور میرے والدین کو بھی صرف میرے بہن بھائیوں کو ہی شادی پر بلوانے کے لئے ارشاد فرمایا۔

خطبۂ نکاح میں آپ نے فرمایا:۔

"ہر انسان جو اس جہان میں پیدا ہوتا ہے ایک دن اس جہان کو چھوڑ بھی دیتا ہے۔ کبھی خاوند پہلے چلا جاتا ہے اور بیوی پیچھے رہ جاتی ہے۔ کبھی بیوی پہلے چلی جاتی ہے اور خاوند پیچھے رہ جاتا ہے جو لوگ خدا تعالیٰ کے پیارے ہیں ان کی اس اجتماعی زندگی (یعنی میاں بیوی کی) زوجین کی زندگی پر اگر نظر ڈالیں تو ہم اچھی طرح جانتے ہیں اور شناخت کرتے ہیں کہ رہنے والی نے اس مشن کو اکیلا رہتے ہوئے بھی پوری طرح ادا کیا جو ہر دو پہلے پورا کر رہے تھے۔ اگر خاوند رہ جائے اکیلا، تو چونکہ ذمہ داری کا بعض لحاظ سے خاوند پر زیادہ بوجھ پڑتا ہے۔ اس لئے یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ ایک ساتھی ہو جو ہاتھ بٹائے اور فکروں کو دور کرنے والا اور تسکین پیدا کرنیوالا اور طمانیت پیدا کرنے والا ہو۔"

پھر سادگی کے ساتھ شادی کرنے کے ضمن میں فرمایا:۔

"یہ وقت ہے ایک عظیم مہم کا۔ اتنی بڑی لڑائی انسانی زندگی میں تلوار سے نہیں دلائل کے ساتھ اور دعاؤں کے ساتھ نوع انسانی کی تاریخ میں کبھی نہیں لڑی گئی جتنی آج لڑی جا رہی ہے۔ کیونکہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بشارتیں ملی تھیں ان کے عروج کا زمانہ آگیا ہے
اس وقت سب کچھ بھول کر ہمیں بس ہنستے مسکراتے خدا تعالیٰ کے
فضلوں کے نتیجہ میں خوشیاں ہمارے چہروں سے یوں پھوٹ کر آ رہی
ہوں جس طرح پہاڑ سے برفانی پانی کے نالے بہہ کر آ رہے ہوتے
ہیں۔ اور آگے بڑھتے چلے جاؤ۔"

حضور نے کن حالات میں، کن ضروریات کے پیش نظر عقد ثانی فرمایا، اور اس عقد کی واقعاتی تفاصیل کو میرے علاوہ کسی اور کے لئے پوری طرح سے بیان کرنا ممکن نہ ہوگا۔ اس لئے مناسب ہوگا کہ میں مختصراً اس کی تفصیل یہاں بیان کردوں۔

فروری ۱۹۸۲ء میں حضور نے میرے بھائی کرنل ایاز محمود احمد خاں کو جو ان دنوں پنڈی میں قیام پذیر تھے اسلام آباد اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ میں نے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔ اس کے لئے تمہارے ساتھ دو SITTINGS کروں گا۔ ان ملاقاتوں میں سب سے پہلے آپ نے فرمایا کہ عیسائیت میں قربانی کا یہ تصور ہے کہ عورتیں NUNS بن جاتی ہیں۔ لیکن اسلام اس سے مختلف قربانی کا تصور پیش کرتا ہے۔ پھر حضور نے حضرت خدیجہؓ کی وفات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ صدیقہؓ سے شادی فرمانے کا ذکر فرمایا۔ اس گفتگو کے دوران حضور نے حضرت مصلح موعود کی تمام شادیوں اور ان کے پس منظر میں موجود ضروریات کا ذکر بھی فرمایا۔

بعدہٗ حضور نے حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی وفات کے بعد اپنے لئے شادی کی ضرورت کو بیان فرمایا۔ یہ ساری باتیں تفصیلاً بیان کرنے کے بعد آپ نے میرے رشتے کے لئے اپنے منشاء کا اظہار فرمایا اور میرا اور میرے والد کا متوقع جواب کیا

ہوگا اس کے متعلق ان سے استفسار فرمایا۔

حضور نے فرمایا کہ آپ کا ارادہ اللہ تعالیٰ کے حضور ۴۰ روز کے لئے استخارہ کرنے کا ہے اور پھر اگر اللہ تعالیٰ نے اس رشتہ کی اجازت دے دی تو آپ باقاعدہ پیغام بھجوائیں گے۔

حضور نے فرمایا کہ اس دوران (یعنی اُن ۴۰ دنوں میں) مَیں بھی دعائیں کروں اور اس غرض کے لئے ہوسٹل سے گھر آجاؤں۔ چنانچہ مَیں ۲۲ فروری کو ربوہ آگئی۔

حضور نے میرے بھائی سے فرمایا کہ تم میرے نمائندہ ہوگے اور مَیں اور تم ایک فریق ہوں گے۔ اور طاہرہ اور اس کی امّی اور ابّا دوسرا فریق ہوں گے۔ ۵ اپریل کو ۴۰ روزہ استخارہ کی مدت ختم ہوئی تو پوری طرح سے شرح صدر ہونے کے بعد اسی روز مغرب کی نماز کے بعد آپ نے شادی کا پیغام تحریر فرمایا۔ اور اسے بھجواتے ہوئے یہ تاکید فرمائی کہ رات بارہ بجے کے بعد یعنی ۶ اپریل کو اسے کھولیں۔

مَیں ایک بات یہاں اچھی طرح سے واضح کرنا چاہتی ہوں اور اسی کی وضاحت کے لئے یہ تفصیل لکھ رہی ہوں اور وہ یہ کہ حضور کی یہ خواہش تھی کہ مَیں یہ فیصلہ قطعاً کسی قسم کے دباؤ کے بغیر کروں۔ یہی وجہ تھی کہ حضور نے جب ۴۰ روزہ دعاؤں کے دوران مجھے بھی دُعا کرنے کے لئے کہا تو اس میں دُعا کرنے کے علاوہ یہ حکمت بھی تھی کہ اس عرصے کے دوران مَیں آزادی سے اس معاملہ کے بارہ میں ذاتی طور پر سوچ بھی لوں۔ کیونکہ اس وقت تک میرے والدین کو بھی اس تجویز کا علم نہ تھا۔ اور صرف میرے بھائی کے ذریعے مجھے آپ کے منشاء کا علم ہوا۔ میرے والدین نے بھی مجھے اس بات کی مکمل آزادی دی کہ مَیں یہ فیصلہ اپنی مرضی سے کروں۔ چنانچہ میری والدہ

نے مجھ سے واضح طور پر کہا کہ اس رشتہ کو قبول کرنا بہت بڑی ذمہ داری کی بات ہے اس لئے تم اس بات کی بالکل پرواہ نہ کرنا کہ ہماری کیا رائے ہے اور پوری آزادی سے اپنا فیصلہ کرو۔

چنانچہ مَیں واضح اور برملا طور پر اس بات کا اظہار کروں گی کہ حضور سے شادی کا فیصلہ مَیں نے مکمل طور پر اپنی مرضی سے کیا۔

حضور اس معاملہ میں بہت حساس تھے۔ شادی کے بعد شروع میں کئی بار مجھ سے پوچھا "تم اپنے فیصلے پر پچھتا تو نہیں رہی"؟ چونکہ حضور نے اس معاملہ میں پوری شرعی احتیاط برتی تھی اور یہ شادی محض اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی رضا کے لئے کی تھی اس لئے جب کبھی حضور کو محسوس ہوتا کہ کسی نے عمر کے تفاوت کی وجہ سے معترضانہ رنگ میں بات کی ہے تو آپ کو بہت تکلیف ہوتی۔ اور میرا اس تفصیل کے بیان سے یہی مقصد ہے کہ تا آنے والے وقت میں ہمیشہ کے لئے یہ بات واضح ہو جائے کہ یہ شادی حضور نے کلیتہً اللہ تعالیٰ کے حکم اور رضا سے کی اور میں نے اس رشتہ کو بغیر کسی دباؤ کے شائبہ کے اپنی خوشی کے ساتھ قبول کیا۔

مناسب ہوگا کہ مَیں حضور کا پیغام اور وہ جواب جو مَیں نے اپنے والد کو لکھا یہاں نقل کر دوں۔ حضور کا پیغام یہ تھا:۔

"مکرم و محترم عبدالمجید خاں صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

ذاتی حیثیت میں اپنے رب کریم کا یہ عاجز بندہ بقیہ زندگی بغیر

شادی کے بھی گزار سکتا تھا۔ لیکن جماعتی ذمہ داریاں ایک وفادار، ایثار پیشہ، ہمت و عزم والی واقفہ ساتھی کا تقاضا کرتی ہیں جو خلافت کے کاموں میں ممد و معاون ہو۔

اس سلسلہ میں جو دعائیں کروائیں اور کیں اس کے نتیجہ میں بہت سی بشارتیں ملیں۔ ہونے والی ساتھی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے بھرپور حصہ لینے والی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے شادی کی اجازت بھی دی گئی۔

عزیزم لقمان کو اس کی امی نے خواب میں یہ بھی بتایا کہ عزیزہ "طاہرہ" اچھا رشتہ ہے۔ ان سب باتوں کی روشنی میں مَیں پورے انشراح اور کامل بشاشت کے ساتھ عزیزہ طاہرہ خان کا رشتہ آپ سے مانگتا ہوں۔ امید ہے کہ عزیزہ طاہرہ کی امی اور آپ بھی اسی بشاشت کے ساتھ اسے قبول کریں گے۔ جزاکم اللہ

(دستخط)

خلیفۃ المسیح الثالث

۸۲ - ۴ - ۵

مَیں نے جو خط اپنے والد کے خط کے جواب میں لکھا وہ یہ تھا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

۶/اپریل ۱۹۸۲ پیارے اباجی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ کیسے لکھوں۔ تکلفات کی بجائے میں بالکل صاف بات آپ کو بتا دوں کہ جب آپ سب مجھ سے ہاں کا پوچھتے ہیں تو مجھے عجیب لگتا ہے۔ کیونکہ انکار کا تو میرے دل میں ایک سیکنڈ کے لئے بھی خیال نہیں آیا۔ یہ اس لئے نہیں کہ میں بہت مخلص ہوں بلکہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے جیسی میری طبیعت بنائی ہے اس کے لئے یہ بہترین سے بھی بہتر ہے۔

دعاؤں کے دوران مجھے شدید خوف اس بات کا رہا کہ کہیں اللہ تعالیٰ مجھے ردّ نہ کر دے۔ اور جب یہ خوف بہت زیادہ بڑھ جاتا تو میں اپنی ہمت کے مطابق دعا کرتی اور ہمیشہ ہی زیادہ خوف کے بعد مجھے ایسی خواب آجاتی جس سے میرے دل کو اطمینان ہو جاتا۔

میں خُدا تعالیٰ کے اس فضل اور احسان پر بے انتہا خوش ہوں کہ اُس نے مجھے قبول کر لیا۔ میرے لئے دُعا کرتے رہیں کہ اب پکڑ کر کہیں وہ مجھے چھوڑ نہ دے۔ اور اپنے ان فضلوں کے قابل خود ہی مجھے بنا دے جس کے میں لائق نہ تھی۔

والسلام

طاہرہ

شادی کے بعد ایک مرتبہ حضور نے مجھ سے فرمایا:۔

"میرے لئے ضروری تھا کہ میں جس سے شادی کرتا اسے بچپن سے جانتا ہوتا۔"

حضور کے ساتھ میرا تعلق بیوی کی حیثیت سے اگرچہ بظاہر صرف دو ماہ کے قلیل عرصہ تک رہا۔ لیکن یہ تعلق اس قدر گہرا، اس قدر مضبوط، اس قدر پیار سے بھرپور اور اتنا بے تکلف تھا کہ بیسیوں سال پرانے رشتے بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

حضور نے شروع دن سے ہی مجھ سے یہ فرمایا کہ دیکھو میرے ساتھ تکلف بالکل نہیں کرنا۔ جب تک بے تکلفی نہیں ہوگی ہم اپنا کام صحیح طور پر نہیں کر سکتے۔ میرے پاس تمہاری TRAINING کے لئے صرف ڈیڑھ دو ماہ ہیں۔ اس عرصہ میں میں نے تمہاری مکمل تربیت کرنی ہے۔ میں تمہیں اپنی ذات کے اندر اس طرح FIT IN کروں گا جس طرح NUT کے اندر SCREW فٹ ہو جاتا ہے۔ حضور کی خواہش تھی کہ میں جلد سے جلد تربیت حاصل کر کے خدمتِ دینِ حق میں آپ کا پورا پورا ساتھ دوں۔ مجھے سکھاتے بھی تھے اور جب میں آپ کی خواہش کے مطابق کوئی کام کرتی تو بہت خوش ہوتے اور حوصلہ افزائی فرماتے۔ حضور میں یہ خاص بات دیکھی کہ چھوٹی سے چھوٹی خوبی کو بھی ضرور APPRECIATE فرماتے۔

حضور کا حسنِ سلوک اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ قابلِ رشک حد تک خوبصورت تھا۔ مجھے وہ الفاظ نہیں ملتے جن سے میں اس کا نقشہ کھینچ سکوں۔ بس اتنا کہہ سکتی ہوں کہ چاروں طرف پیار ہی پیار تھا۔ شفقت ہی شفقت تھی اور اس کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ اتنا گہرا اور شدید پیار اور اتنی شفقت کہ عام انسان تو اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتا۔ بسا اوقات میں خود حیران رہ جاتی تھی۔

میری تربیت کا ہر چھوٹی سے چھوٹی بات میں بھی خیال رہتا لیکن ہر بات اتنے پیار سے اور نرم انداز سے کہتے کہ مجھے بُرا محسوس نہ ہوتا۔ جذبات کا خیال بڑی باریکی سے رکھتے۔ بعض اوقات میں نے وہ بات محسوس بھی نہ کی ہوتی تھی لیکن حضور کو اس کا احساس ہوتا کہ شاید اس نے محسوس کیا ہو اور خود ہی اس کا ازالہ کرنے کی کوشش فرماتے۔ زندگی کے ہر پہلو پر جب میں نظر ڈالتی ہوں تو یہی محسوس کرتی ہوں کہ حضور اس کے لیے میری کسی نہ کسی رنگ میں ضرور رہنمائی فرما گئے ہیں۔ شروع شروع میں جب میں نے گھر والوں سے اور دیگر لوگوں سے ملنا جلنا شروع کیا تو حضور نے مجھے نصیحت فرمائی کہ "دیکھو تکبر نہیں کرنا لیکن وقار سے رہنا۔"

پردے کا انتہائی خیال تھا اور اس ذمہ داری کا احساس مجھ میں پیدا فرماتے تھے کہ جماعت کی عورتوں کے لئے تم نے ایک نمونہ بننا ہے۔ چنانچہ شادی سے پہلے اگرچہ پردہ تو میں کرتی تھی لیکن وہ اتنا مکمل نہ تھا۔ جتنا کہ اُسے حضور کے نزدیک ہونا چاہیئے تھا۔ چنانچہ شادی کے بعد میں پہلی دفعہ جب اپنی امیؒ کی طرف گئی تو واپسی پر حضور ساتھ تھے۔ میں پردے کے لئے عینک کا استعمال نہ کرتی تھی۔ حضور فرمانے لگے "تمہاری عینک کہاں ہے؟" میں نے کہا "وہ تو گھر ہے"۔ فرمانے لگے اچھا پھر دونوں نقاب گرا لو۔ اور پھر جب ہم پہلی بار اسلام آباد گئے تو حضور نے خود پسند فرما کر میرے لئے گہرے رنگ کے شیشوں والی عینک بنوائی اور اس بات کا خاص خیال رکھا کہ کہیں اس میں سے آنکھیں نظر تو نہیں آتیں۔

دستانوں کے متعلق مجھ سے فرمانے لگے کہ منصورہ بیگم صاحبہ (نوراللہ مرقدہا) پردے کی خاطر دستانے پہنا کرتی تھیں۔ مجھ سے فرمایا کہ حمید (میرے بھائی جو انگلینڈ میں قیام پذیر ہیں) سے کہو کہ وہ تمہارے لئے دستانے لے کر ایئر پورٹ پہنچے۔

پردے کا اتنا زیادہ خیال تھا کہ میں جب درزی سے اپنے کپڑے سلوانے کے لئے نمونہ دیکھ رہی ہوتی تو اس وقت بھی یہی فرمایا کہ ایسے ڈیزائن ہونے چاہئیں جن سے کسی قسم کی بھی بے پردگی نہ ہو۔

غرض یہ کہ میری اعلیٰ ترین تربیت کا ہر وقت خیال رہتا۔ ایک دن ازراہِ حوصلہ افزائی فرمانے لگے۔ "میں اس ہیرے کو ہزاروں پہلوؤں سے اس طرح چمکانا چاہتا ہوں کہ دُنیا جس طرف سے دیکھے اس میں چمک ہی چمک نظر آئے۔" پھر فرمانے لگے "میری یہ خواہش ہے کہ تاریخ یہ لکھے کہ اس شخص کی زندگی میں دو عورتیں آئیں اور دونوں ہی عظیم۔" میں سوچتی ہوں اگر ہر خاوند کے دِل میں اتنی اعلیٰ اور ارفع خواہشات اپنی بیوی کی تربیت کے لئے پیدا ہو جائیں تو پھر عورتوں کی تربیت کا مسئلہ باقی ہی نہ رہے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ عورت کی فطرت میں بنیادی طور پر یہ بات موجود ہے کہ وہ اپنے خاوند کو اپنے سے خوش دیکھنا چاہتی ہے۔ اور اگر وہ اسے صحیح اور بھرپور پیار دے تو یقیناً وہ اُس کی خوشی کی خاطر اس کی ہر بات ماننے کو تیار ہو جاتی ہے۔ پھر یہ آگے مرد کا کام ہے کہ وہ اس کو صحیح راستے کی طرف راہنمائی کرے۔ الرجال قوامون علی النساء کا ایک مطلب یہ بھی ہے۔

پردے کی آپ انتہائی احتیاط برتتے تھے۔ ایک انگریز خاتون نے ہماری شادی کی مبارکباد کے خط میں لکھا کہ مجھے تین وجوہات کی بناء پر اس شادی کی بہت خوشی ہے۔ اور ایک وجہ یہ بھی کہ وہ نوجوان ہیں اور ہمارے مسائل کو سمجھ سکیں گی۔ اس پر آپ نے تبصرہ فرمایا کہ وہ سمجھتی ہیں کہ تم شاید پردے میں ان کے لئے ڈھیل کر دوگی۔ (اور یہ بات آپ کو پسند نہ آئی)۔

آپ ہر طرح کے پردے کا بہت خیال رکھتے۔ مجھ سے فرمایا کہ میرے گھر کے مَردوں سے تمہارا ویسے پردہ تو نہیں ہوگا لیکن گھونگھٹ کا پردہ ہوگا۔ اور پھر ایک روز بڑے پیار سے میرا دوپٹہ ماتھے سے ذرا آگے تک لاتے ہوئے فرمایا۔ یوں دوپٹہ لیا کرو۔ میرے گھر کے مرد کیا کہیں گے حضرت صاحب کی بیوی دوپٹہ بھی اچھی طرح نہیں لیتیں "۔ مَیں نے بے اختیار کہدیا۔ "اب آپ مجھے بالکل ہی مائی تو نہ بنا دیں"۔ میرا یہ جواب سُن کر آپ خاموشی سے مجھے دیکھتے رہے۔

ایک روز میرے نئے کپڑے سل کر آئے تو ایک قمیص کا گریبان نسبتاً کھلا بن گیا۔ مَیں نے جب وہ قمیص پہنی تو آپ نے فرمایا اس کا گلا کھُلا ہے۔ یہ گھر میں تو پہن لو لیکن باہر نہ پہننا۔

اگلے روز میں تیار ہوئی تو مَیں نے ایسی قمیص پہنی ہوئی تھی جس کا گلا بند اور ہائی نیک طرز پر تھا۔ آپ غسل خانے میں سے باہر آئے تو مَیں DRESSING - ROOM میں کھڑی تھی۔ مجھ پر نظر پڑی تو ایک دم خوش ہو کر فرمایا:۔

"تم نے میری بات کا خیال رکھا"۔ اور میری اس قمیص کے گلے کو پسند فرمایا۔

ہماری شادی پر آپ نے ہر طرح سے سادگی کا بہت خیال رکھا۔ بری بھی بالکل سادہ تھی۔ ایک روز بری کے زیور کے سیٹ کے متعلق کچھ اس قسم کا اظہار فرمایا کہ وہ ہلکا تھا، یا شاید کم تھا۔ میں نے کہا اچھا کیا جو آپ نے زیادہ زیور نہیں بھجوایا۔ اس میں میری INSULT تھی۔ آپ خاموشی سے مجھے دیکھتے رہے۔ میں نے وہ سیٹ پہنا تو فرمایا۔ اچھا ہے نا! اس کے ساتھ جو کڑا تھا وہ آپ کو بہت زیادہ پسند آیا۔

پھر ایک روز مجھ سے کہنے لگے:۔

"خاں صاحب میرے جیسے زمیندار ہیں۔ اتنا زیادہ زیور تم نے کہاں سے لیا یا کیسے لیا؟

میں نے جواب دیا۔ میرا یہ کنگن (جو میں نے اس وقت پہنا ہوا تھا) اور اس کے ساتھ کا ہار تحفہ ہے۔ باقی سب زیور میرا اپنا ہے۔

میں کپڑے سلوانے کے لئے ایک انگریزی رسالے میں ڈیزائن دیکھ رہی تھی (جو آپ نے مجھے خود دیا تھا) آپ پاس بیٹھے ڈاک دیکھ رہے تھے۔ فرمایا:۔

"زیادہ ننگ دھڑنگ ڈیزائن نہ دینا"۔

درزی نے بعض کپڑے زیادہ ہی کھلے سی دیئے۔ میں نے نقص نکالتے ہوئے انہیں دکھائے تو فرمایا۔

"اب یہ ایسے ہی پہن لو آئندہ ہدایت دے دینا"۔

زیادہ اونچی ایڑی والے جوتے پسند نہ تھے۔ میرے ایسے جوتے دیکھ کر فرمایا۔ کیا تم نے اپنے جوتوں کے نیچے درختوں کے تنے کاٹ کر لگا لئے ہیں ہموار ایڑی والے سلیپر خریدے تو انہیں پسند فرمایا۔ اسی طرح زیادہ سنگھار کرنا بھی

آپ کو پسند نہ تھا ۔ اس لئے مجھے ہلکا سنگھار کرنے کے لئے فرمایا ۔ شروع دنوں میں بھی جمعہ کی نماز پہ جانے کے لئے ہلکا زیور پہننے کے لئے فرمایا ۔ بیرونی سفر پر جانے کے لئے مجھ سے فرمایا کہ ناصرہ بیگم (صاحبزادی ناصرہ بیگم) سے مشورہ کر لینا کہ کون کون سا زیور ساتھ لے کر جاؤں ۔ باہر جاتے ہوئے کیا تحائف لے کر جانے ہیں اس کے لئے شکری (عزیزہ صاحبزادی امتہ الشکور بیگم) سے مشورہ کر لینا ۔

عزیزہ لگن (بنت صاحبزادی امتہ الشکور) جو اُس وقت بہت چھوٹی تھی شادی کے چند روز بعد مجھ سے کہنے لگی کہ ہم آپ کو کیا بلایا کریں ۔ میں نے یہی سوال اس کے حوالے سے حضور سے پوچھا ۔ مجھے کہنے لگے آسٹریلینز نے اپنی زبان میں آٹھ ہزار نئے الفاظ کا اضافہ کیا ہے ۔ جن بچوں کی تم نانی لگتی ہو وہ تمہیں " ناپا " (نانی آپا سے) بلا لیا کریں ۔ اور جن کی دادی وہ " داپا " بلا لیا کریں ۔ اپنے بچوں سے انہوں نے مجھے " آپا کہنے کے لئے ارشاد فرمایا ۔ میں نے ایک روز اسلام آباد میں پوچھا کہ میں عزیزہ شکری وغیرہ کو کیا بلایا کروں ، فرمانے لگے تم کہا کرو (بہت لاڈ سے) " شکری بیٹی ! "

گھوڑے کی سواری کا مجھے بچپن سے ہی بہت شوق تھا ۔ میں نے حضور سے ذکر کیا ۔ چنانچہ ایک روز شام کے وقت حضور مجھے اپنے ساتھ اصطبل میں لے کر گئے اور سب گھوڑے باری باری دکھائے ۔ گھوڑوں سے بے انتہا پیار فرماتے تھے ۔ ہر ایک سے یوں پیار سے باتیں کرتے جیسے کسی انسان سے بات کر رہے ہوں ۔ سب کو باری باری اپنے ہاتھ سے چارہ بھی کھلاتے اور پھر دو بہترین عرب

گھوڑوں پر سوار سے سواری کرواکر دکھائی۔ میں نے ایک عربی گھوڑے کی خاص نمایاں بات جو اُس وقت مجھے نظر آئی عرض کی میں نے کہا اُس کے مسلز MUSCLES بہت TENSE ہیں میری توجہ اُس کی ٹانگوں کے نچلے پٹھوں پر تھی۔ چند دن بعد حضور عربی گھوڑوں پر لکھی ہوئی ایک انگریزی کتاب مجھے دکھانے لگے مصنف نے عرب گھوڑے کی اُسی نمایاں خوبی کا ذکر کیا ہوا تھا۔

EVERY MUSCLE TENSE WITH POWER AND ENERGY

پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے۔" دیکھو اس نے بھی تمہارے والی بات لکھی ہے۔" پھر ایک روز مجھے گھوڑوں سے متعلق ایک کتاب میں سے مضمون نکال کر دیا جو کہ ایک لڑکی کی کہانی تھی۔ حضور کو جو بات اس میں پسند تھی اور جس کی خاطر مجھے اس مضمون کو پڑھنے کے لئے دیا وہ اس لڑکی کے ارادے کی پختگی اور استقلال اور محنت تھی۔ ۱۵ منٹ مجھے دیئے کہ اِن میں اس مضمون کو ختم کرو۔

شادی پر حضور نے تین دن کے لئے دفتر سے چھٹی لی۔ فرمایا میں نے سترہ سال میں پہلی مرتبہ چھٹی لی ہے۔

آپ کی شخصیت بہت ہی دل آویز اور حسین تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظاہری اور باطنی دونوں قسم کے حسن سے بھرپور انداز میں نوازا تھا۔

آپ دوسرے انسانوں کے حسن کو بھی پہچانتے تھے اور اس کے دلدادہ تھے۔ آپ کی شخصیت کی بعض خوبیاں بہت نمایاں تھیں۔ محبت آپ کی شخصیت کا نمایاں ترین وصف تھا۔ محبت کے اسی گہرے جذبے کی عکاسی کرتا ہوا آپ کا یہ قول ہے جسے اپنے

اور غیر بھی بے ساختہ سراہتے ہیں۔ یعنی

محبّت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں

اور آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ اس قول کی سچی تصویر ہے۔ بے انتہا محبّت فرماتے لیکن محبت کو جتنا ناپسند نہ تھا۔ خاموشی سے گہری محبت کرتے چلے جاتے۔ آپ کی ذات ایک خاموش سمندر کی مانند تھی جو کہ انتہائی سکون سے بہہ رہا ہو اور اسکی گہرائی کا کسی کو اندازہ نہ ہو۔

مَیں اپنے گھر میں سب سے چھوٹی تھی اس لئے اپنے والدین کا بھی بے پناہ پیار مجھے حاصل رہا۔ اور بڑے بہن بھائی چونکہ عمر میں کافی بڑے ہیں اس لئے ان کی طرف سے بھی انتہائی پیار ملتا رہا۔ اپنے اردگرد کے ماحول سے بھی ہمیشہ محبتیں ہی ملتی رہیں لیکن میں بالکل سچ کہتی ہوں اور دل کی گہرائی سے یہ بات محسوس کرتی ہوں کہ چاروں طرف سے ملنے والے اس بے حساب پیار کے مقابلہ میں حضرت صاحب کی طرف سے ملنے والا پیار پھر بھی زیادہ تھا۔

جب پہلی مرتبہ ہم اسلام آباد گئے تو ایک روز ہم ناشتے کی میز پر بیٹھے تھے۔ امّی آئیں۔ وہ ان دنوں لنڈن آئی ہوئی تھیں۔ مَیں انہیں فون بھی نہ کرسکی۔ انہیں مجھ سے شکوہ تھا۔ مجھ سے کہا۔ "لگتا ہے تمہیں اتنا پیار ملا ہے کہ ماں کا پیار بھی بھول گئی ہو"۔ حضور پاس ہی بیٹھے تھے۔ پوچھنے لگے کہ امی کیا کہہ رہی ہیں۔ میں نے بتایا تو مسکرائے۔ ان کے جانے کے بعد بار بار مجھ سے پوچھا کہ "اچھا تو پھر امّی کو تم سے کیا شکوہ تھا"۔ اور ان کی بات دہرا کر ہنستے رہے۔ آپ اس بات سے لطف لے

رہے تھے کہ میں واقعی اسے ماں باپ سے زیادہ پیار دینے میں کامیاب ہوگیا ہوں ۔ اور یہ حقیقت تھی ۔ آپ نے خود بھی مجھ سے فرمایا کہ :۔

”جتنا پیار میں تم سے کرتا ہوں دنیا میں اور کوئی اتنا نہیں کر سکتا “۔

مجھے شادی سے پہلے پیغام بھیجا کہ اسے کہنا کہ بے شک مجھ سے کبھی کبھی لڑ بھی لیا کرے کیونکہ اس سے میاں بیوی میں پیار بڑھتا ہے ۔ پھر شادی کے بعد بھی مجھ سے یہ بات کئی دفعہ کہی اور ہوتا یوں کہ اگر میں کسی بات پر ناراض ہوتی یا مجھے غصہ آتا تو فوراً ہی بات کو یوں پلٹ دیتے اور اس کی ایسی وضاحت کرتے کہ میرا غصہ ختم ہو جاتا اور اس کے فوراً بعد آپ مجھ سے سوال کرتے ۔ ”تمہارا پیار بڑھا “؟ اور ایسا کئی مرتبہ ہوا ۔ آپ کی محبت اتنی گہری اور اپنے اندر اتنی وسعت رکھتی تھی کہ آپ کا میرے ساتھ گزرا ہوا کوئی لمحہ، کوئی واقعہ بھی ایسا نہیں جس میں اس کی خوشبو نہ رچی ہو ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنی بیوی کے مُنہ میں لقمہ بھی ڈالتا ہے وہ ثواب کا مستحق ہے ۔ چنانچہ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ ناشتہ کرتے ہوئے اپنے ہاتھ سے انتہائی محبت سے میرے مُنہ میں لقمہ ڈالتے ۔ ناشتے پر آپ انڈے کا استعمال فرماتے تھے ۔ مجھے پسند نہ تھا اور پراٹھے کا بھی شوق نہ تھا ۔ اس لئے میں اپنے لئے پھلکا پکواتی اور اُسے ہلکا چپڑ کر کھاتی آپ نے مجھ سے کہا کہ تم بھی اپنے لئے انڈا بنوایا کرو ۔ میں نے کہا مجھے پسند نہیں ۔ لیکن آپ کو یہ برداشت نہ تھا کہ آپ کھائیں اور میں نہ کھاؤں ۔ چنانچہ آپ کا روزانہ کا معمول تھا کہ آپ ضرور اپنی پلیٹ میں سے کچھ SCRAMBLED EGG

میری پلیٹ میں ڈالتے اور مجھے لازماً وہ کھانا ہوتا۔ چونکہ باورچی ہمارا ناشتہ پہلے سے بنا کر HOT PLATE پر رکھ جاتا تھا اس لیئے چند مرتبہ ایسا ہوا کہ میری چپاتی بالکل اکڑ چکی تھی۔ میں کسی ناپسندیدگی کا اظہار کیئے بغیر اسے کھا رہی تھی لیکن آپ کی طبیعت بہت حساس تھی۔ مجھ سے کہنے لگے "مجھے فکر ہے کہ میں تمہیں ناشتہ اچھا نہیں دے رہا" رات کو سونے سے پہلے آپ کو دودھ پینے کی عادت تھی اور میں آپ کے لیئے روزانہ دودھ کا ایک مگ کمرے میں رکھتی۔ مجھے تب دودھ بالکل پسند نہ تھا۔ آپ نے مجھ سے کہا تم اپنے لیئے بھی دودھ رکھا کرو۔ میں نے کہا مجھے اچھا نہیں لگتا۔ آپ نے مجھے اپنے مگ میں سے پینے کے لیئے کہا۔ میں نے ایک گھونٹ پیا۔ آپ نے فرمایا۔ اور پیو۔ اور پھر یوں کرتے کرتے چار گھونٹ پلوائے۔

دوسرے دن بھی ایسا ہی ہوا۔ میں پہلے سمجھی کہ شاید ایک دو دن کی بات ہے۔ لیکن آپ نے روزانہ دودھ پینے سے پہلے مجھے کہنا کہ تم پیو اور چار گھونٹ پلوانے۔ پھر جب مجھے اندازہ ہوگیا کہ یہ تو روزانہ پینا پڑے گا تو میں نے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے شروع کردیئے۔ لیکن مجھے ہمیشہ ہی چار گھونٹ پینے پڑتے۔ اور آپ کی یہ خاص عادت میں نے دیکھی کہ آپ جو چیز بھی خود استعمال فرماتے، خواہش رکھتے کہ میں بھی وہی استعمال کروں۔ کھانے پر اکثر آپ مختلف مشروبات استعمال فرماتے اور لازم تھا کہ جو آپ پیئیں وہی مشروب میں بھی پیوں۔ مجھے سیب چھیل اور کاٹ کر دینے کے لیئے فرماتے۔ جب میں تیار کر کے پلیٹ آپ کی طرف بڑھاتی تو آپ کا ہمیشہ کا معمول تھا کہ آپ نصف ٹکڑے اپنی طرف کر لیتے اور نصف میری طرف بڑھا دیتے اور فرماتے۔ "کھاؤ"۔ آہستہ آہستہ میں نے یہ بھی دیکھا کہ اگرچہ آپ

منع نہیں کرتے تھے لیکن آپ کی خواہش ہوتی کہ جو چیز آپ نہ کھائیں وہ میں بھی نہ کھاؤں۔ شاید یہ آپ کی گہری محبت کا ہی ایک انداز تھا۔

مجھے بچپن سے ہی مرغ کی گردن پسند تھی اور میں ہمیشہ وہی کھاتی تھی۔ شادی کے بعد بھی میں نے اپنی عادت کے مطابق اپنی پلیٹ میں گردن ڈالی۔ آپ نے دیکھا تو فرمایا۔" تم نے گردن لی ہے"۔ میں نے کہا" مجھے یہ پسند ہے"۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ مرغ کے گوشت میں سب سے اچھا گوشت گردن کا ہی ہوتا ہے کیونکہ اس کا ریشہ سب سے زیادہ باریک ہوتا ہے اور پھر اس روز کے بعد سے آپ کا یہ معمول تھا کہ گھر پر کھانا کھا رہے ہوں یا کسی دعوت میں ہوں آپ ہمیشہ ڈش میں سے پہلے گردن نکال کر میری پلیٹ میں ڈال دیتے اور اگر نئے لوگ ساتھ ہوں تو یہ بھی فرما دیتے کہ" انہیں گردن پسند ہے"۔

آپ کو مرغ کی پشت کی ہڈی کی گہرائی میں واقع چھوٹی سی بوٹی پسند تھی۔ ایک روز مجھے وہ نکال کر دی اور اپنی پسند کا اظہار بھی فرمایا۔ پھر اتفاق سے جب ایک روز وہ میری پلیٹ میں آگئی تو میں نے آپ کی پسند کے پیش نظر آپ کو نکال کر دی۔ مجھ سے لیتے ہوئے مسکرا کر فرمایا۔" اچھا آج میری باری"۔

روزمرہ زندگی میں ہونے والے معمولی واقعات کو بھی حسین بنا دیتے۔ ہم بھوربن (مری) سیر کے لئے گئے۔ وہاں آپ نے ایک ہاتھ کا بنا ہوا بٹوہ جس میں الائچیاں اور خلال تھے مجھے دیتے ہوئے فرمایا۔" یہ بھوربن کا تحفہ" اور پھر فرمایا۔" یہ اپنے پرس میں میرے لئے ساتھ رکھا کرو"۔ اب اسی بات کو ایک خشک مزاج انسان صرف یوں کہہ دیتا کہ ان چیزوں کی مجھے سفر میں ضرورت ہوتی

ہے یہ ساتھ رکھا کرو۔ لیکن آپ نے ایک عام سی بات میں بھی محبت کا رنگ بھر دیا۔ اور آپ کا یہ تحفہ آج بھی ایک خوبصورت یاد لیئے ہوئے میرے اسی پرس (بیگ) میں موجود ہے۔

آپ نے مجھ سے فرمایا۔ "میں تمہیں اکثر یوں چھوٹے چھوٹے تحفے دیتا رہوں گا۔ اور آپ مجھے یوں ہی کئی تحفے دیتے رہتے۔ ایک روز آپ دفتر سے آئے تو آپ نے ایک کرسٹل کا خوبصورت گلدان اور پیالہ مجھے دیتے ہوئے فرمایا۔"یہ تمہارے لئے تحفہ ہیں"۔ میں خاموش رہی۔ میں اس وقت محبت کی ان باریکیوں سے بے خبر تھی۔ لیکن اب جب میں آپ کے ان تحائف کو دیکھتی ہوں تو درد اور لذت کے عجیب احساسات دل میں پیدا ہوتے ہیں۔

میں نے شادی سے پہلے ایک مرتبہ آپ کو اپنی آٹو گراف بک (AUTOGRAPH BOOK) دعائیہ کلمات لکھنے کے لئے دی۔ آپ نے تحریر فرمایا:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

"خدائے مہربان اپنی رحمتِ بے پایاں سے حقائقِ اشیاء کا علم عطا فرمائے اور حسنِ بیان سے نوازے"

دستخط (مرزا ناصر احمد)

خلیفۃ المسیح الثالث

تاریخ ......

شادی سے قبل میرے پاس ایک پیسے جمع کرنے والی گڑیا تھی۔ میں ہوسٹل میں

اپنی ریزگاری اس میں ڈال دیا کرتی تھی۔ شادی کے وقت میں وہ اپنی گڑیا ساتھ ہی
لے آئی اور پھر ایک روز میں نے آپ کو دکھائی۔ آپ پلنگ پر بیٹھے تھے۔ آپ
نے اپنی (SIDE TABLE) سائیڈ ٹیبل کا دراز کھولا اس میں سے ایک روپیہ
نکالا اور میری گڑیا میں ڈال دیا۔ تھوڑے دن ہوئے میری ایک پرانی دوست جو کہ
ہوسٹل میں میرے کمرے میں ہی رہتی تھیں ملنے آئیں تو اس گڑیا کا حال مجھ سے
پوچھا۔ مجھے یہ سارا واقعہ یاد آگیا۔ آپ کے چہرے کے تاثرات میں بیان کرنے
سے قاصر ہوں۔ صرف انہیں یاد کر سکتی ہوں۔

(بعد میں میں نے وہ گڑیا اپنی ایک بھانجی کو فرسٹ آنے پر انعام میں دیدی تھی)

حضور اپنے کمرے میں اپنے لئے پانی کی تھرماس اور کٹوری رکھواتے تھے۔ اور
وقتاً فوقتاً اس میں سے پانی پیتے۔ ایک روز آپ پانی پینے لگے تو کٹوری میں پہلے
سے ہی کچھ پانی موجود تھا۔ وہ پانی میرا بچا ہوا تھا۔ آپ نے اسے منہ سے لگایا ہی
تھا کہ میں بے اختیار یہ کہتے ہوئے آپ کی طرف بڑھی کہ "میرا جوٹھا"۔ آپ مسکرائے
اور فرمایا "تمہارے اور میرے جوٹھے میں کوئی فرق ہے؟" اور وہی پانی پی لیا۔

مجھے خوش دیکھتے تو خوشی محسوس کرتے اور اگر ذرا بھی خاموش ہو جاؤں تو
فکر مند ہو جاتے۔ شادی کے دو تین دن بعد امی کی طرف سے فون آیا۔ آپ کمرے
میں بیٹھے تھے اور میں گیلری میں موجود فون پر باتیں کر رہی تھی۔ مجھے خیال نہیں تھا کہ
آپ میری باتیں سن رہے ہیں۔ میری ایک بھتیجی نے پوچھا۔ "آپ خوش ہیں"؟ میں نے
کہا۔ ہاں خوش ہوں۔ اس نے کہا "بالکل"، میں نے جواب دیا "بالکل سے بھی زیادہ"
آپ میرے جوابات سے ہماری گفتگو کا اندازہ کر چکے تھے۔ میں کمرے میں واپس آئی

تو آپ بہت خوش تھے ۔کئی بار ہنستے ہوئے مجھ سے کہا ۔"اچھا تو پھر آپ ٹل بِل سے بھی زیادہ خوش ہیں"۔ مجھ سے کہتے جب تم خوش خوش تیار ہو رہی ہوتی ہو تو مَیں بہت ENJOY کرتا ہوں ۔

ایک روز ناشتے پر مَیں کچھ خاموش تھی ۔آپ نے خاموشی کی وجہ پوچھی ۔کوئی خاص بات میرے ذہن میں نہ تھی ،اس لئے مَیں نے کہا ۔"کوئی بات نہیں"۔ آپ سمجھے شاید مَیں چھپا رہی ہوں ۔اس لئے اصرار فرمایا ۔جب مَیں نے کچھ نہ بتایا تو آپ کو رنج ہوا ۔اچانک آپ ناشتے کی میز سے اُٹھ گئے اور قدرے ناراضگی سے فرمایا ۔

"اب اگلے ۲ دو گھنٹے تم مجھ سے بات نہ کرنا"۔ اور غسل خانے میں تشریف لے گئے ۔مَیں کمرے میں آکر خاموشی سے بیٹھ گئی اور اس صورت حال سے حیران اور پریشان تھی ۔لیکن ابھی مَیں بیٹھی سوچ ہی رہی تھی کہ آپ فوراً (معمول کی نسبت بہت جلدی) واپس آگئے اور آکر میرے پاس بیٹھتے ہُوئے فرمایا ۔"مَیں نے سوچا پتہ نہیں تمہارا کیا حال ہو رہا ہوگا اس لئے جلدی آگیا ۔ناراضگی کا شائبہ بھی نہ تھا بلکہ صرف محبت اور پیار ہی تھا ۔یہ واحد موقع تھا آپ نے مجھ سے کسی ناراضگی کا اظہار فرمایا جو کہ خود بھی چند لمحوں سے زیادہ برداشت نہ کر سکے ۔

اسی طرح ایک روز اسلام آباد میں آپ کی آخری علالت سے قبل ایک روز مَیں ناشتے پر خاموش تھی جس کا مجھے خود احساس نہیں تھا ۔جب ہم کمرے میں آئے تو آپ نے پوچھا تم خاموش کیوں ہو ۔میں نے کہا کوئی بات نہیں ۔میرے ذہن میں واقعی کوئی خاص بات نہیں تھی ۔آپ نے بار بار پوچھا اور میرے انکار پر آپ نے کہا ۔"تم میرا وقت ضائع کر رہی ہو"۔ (آپ نے دفتر جانا تھا) اس پر مَیں گھبرا گئی اور مَیں

نے پوری کوشش کی کہ مَیں انہیں کوئی جواب دے سکوں۔ سو بے اختیار بغیر سوچے مُنہ سے یہ فقرہ نکلا کہ "مجھے اپنا آپ اکیلا لگتا ہے"۔ آپ میرا یہ جواب سُن کر خاموش ہو گئے۔ مجھے خریداری کے لئے کچھ رقم دی اور پھر تیار ہو کر دفتر جانے لگے تو دروازے کے قریب مَیں نے آپ کو ایک منٹ کے لئے روکا اور پوچھا۔ "آپ مجھ سے ناراض تو نہیں"؟ فرمایا "ناراض مَیں تم سے کبھی نہیں ہوتا۔ آپ کے دفتر جانے کے بعد میرے دل پر بہت بوجھ رہا کہ آپ کے دل کو کہیں تکلیف نہ پہنچی ہو سو ۲ دو نفل پڑھ کر دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ دفتر میں بیٹھے بیٹھے ہی آپ کے دل کی تکلیف کو دُور فرما دے اور آپ کو زیادہ دیر تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ آپ کے واپس آنے سے قبل مَیں نے آپ کی خاطر آپ کا پسندیدہ رسالہ نکال کر رکھا اور اسے دیکھ رہی تھی تو آپ واپس آئے۔ آپ کا چہرہ بہت بشاشں تھا۔ آپ میرے پاس بیٹھ کر خوش دلی سے باتیں کرتے رہے۔ مَیں نے ان سے کہا کہ میں نے آپ کے جانے کے بعد ۲ دو نفل پڑھ کر اللہ میاں سے معافی مانگ لی تھی۔ فرمایا "شاباش تم بہت اچھی ہو"۔ اور صبح کی بات کا آپ کے چہرے پر مطلقاً بھی اثر نہ تھا بلکہ آپ کا رویہ معمول سے زیادہ لطف و مہربانی کا تھا۔

ایک روز مجھ سے فرمایا کہ منصورہ بیگم خود مجھے دفتر کے دروازے (اندرونی) تک چھوڑنے جاتی تھیں۔ اگلے روز جب آپ دفتر جانے لگے تو میں نے پوچھا کہ میں آپ کو چھوڑ آؤں؟ فرمایا "نہیں"۔ لیکن نہیں کہنے کا انداز ایسا تھا کہ "نہیں رہنے دو۔ کیا جانا!" اس لئے میں خود ہی آپ کو چھوڑنے کے لئے ساتھ چلی گئی۔ آپ کے چہرے کا اطمینان اور خوشی میں آج بھی نہیں بھلا سکتی۔

دل تو میرا بھی چاہتا تھا لیکن میں چونکہ ابھی نئی تھی اس لئے پتہ نہیں تھا کہ کیا بات پسند ہوگی اور کیا نہیں۔ اس لئے ہچکچاتی تھی۔

معمولی سی تکلیف اور دکھ کا بہت زیادہ احساس فرماتے اور خیال کرتے۔ ایک دفعہ رات کے وقت بیٹھے ڈاک دیکھ رہے تھے۔ میری طبیعت تھوڑی سی خراب ہوئی۔ معدے میں جلن تھی۔ میں نے کوئی خاص پرواہ نہ کی۔ ایسے ہی بیٹھے بیٹھے ذکر کیا تو حضور فوراً اُٹھے اور مجھے ہومیوپیتھک دوا دی۔ دس دس منٹ بعد تین خوراکیں دیں۔ اور چہرے پر فکر کا تاثر۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد دریافت فرماتے کہ اب ٹھیک ہو۔ میں حیران تھی۔ نصف گھنٹے میں بالکل ٹھیک ہوگئی۔

طبیعت میں حلم اور نرمی بہت تھی۔ کسی کو روتا ہوا نہیں دیکھ سکتے تھے مجھ سے بھی فرماتے۔ "میں تمہاری آنکھ میں آنسو نہیں دیکھ سکتا"۔ مجھے ٹائیفائیڈ کا ٹیکہ لگوانا تھا۔ کوئی خاص تکلیف والی بات تو نہ تھی لیکن آپ نے جس طرح خیال اور محبت سے خود بازو پکڑ کر ٹیکہ لگوایا وہ میرے لئے اس وقت باعثِ حیرت تھا اور اب اس کی یاد باعثِ فرحت ہے۔

ایک بات کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتی ہوں۔ آپ کا اپنی ازواج سے بے پناہ پیار کرنے اور حسنِ سلوک فرمانے سے بعض دفعہ لوگوں کے ذہن میں یہ تاثر پیدا ہو جاتا کہ آپ ان مردوں میں سے ہیں جو اپنی بیویوں کے تابع ہوتے ہیں۔ لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی۔ آپ کی باتوں سے میں نے حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ کے متعلق بھی یہی اندازہ کیا کہ باوجود اس کے کہ آپ ان کے ساتھ انتہائی نرمی اور محبت کا سلوک فرماتے تھے لیکن وہ ہر بات میں آپ کی فرمانبردار تھیں۔

اپنے لئے بھی میں نے یہ بات محسوس کی کہ آپ اگرچہ ہر بات محبت سے کرواتے لیکن چھوٹی سے چھوٹی بات بھی دراصل اپنے منشا کے مطابق کرواتے۔ چنانچہ میں نے ایک روز ان سے کہا کہ "میں نے دیکھا ہے کہ آپ ہر بات اپنی منواتے ہیں۔" بے ساختہ فرمایا۔ "وہ تو میں منواؤں گا۔" اور حقیقت میں ہونا بھی ایسے ہی چاہیئے۔ محبت اور شفقت کے ساتھ مردوں کو اپنا وہ کردار جو خدا تعالیٰ نے انہیں عطا کیا ہے ادا کرنا چاہیئے۔

آپ کو میری تربیت کا پورا احساس تھا اور فرماتے کہ مجھے ڈیڑھ دو ماہ لگیں گے تمہیں TRAIN کرنے کے لئے۔ شادی کے بعد جب میں پہلی مرتبہ اپنے امی ابا سے ملنے کے لئے گئی تو آپ نے مجھ سے کہا کہ حمید (میرے بھائی جو شادی میں شمولیت کیلئے انگلستان سے آئے تھے) سے اس کے COMMENTS پوچھنا۔ میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے میرے متعلق یہ کہا کہ " ہے تو ہیرا لیکن ہے بڑا کھونڈا۔ حضرت صاحب کو کم از کم دو ہفتے لگیں گے تمہیں اپنے ساتھ TRAIN کرنے کے لئے۔" آپ نے جب ان کا یہ تبصرہ سُنا تو فرمایا۔ "نہیں ڈیڑھ دو ماہ لگیں گے۔ مجھے تمہاری تربیت کرنے میں۔ اور پھر کئی بار محظوظ ہوتے ہوئے مجھ سے فرمایا کہ حمید کو کیا پتا کہ ہیرے کی سختی ہی تو اس کی اصل خوبی ہے اور یہ کہ میں اس ہیرے کو ہزار پہلوؤں سے چمکاؤں گا تاکہ دنیا جس ANGLE سے بھی اسے دیکھے اسے اس کی چمک نظر آئے۔

اس مقصد کے لئے ایک تو آپ نے یہ کیا کہ آپ روزانہ ناشتے پر اور شام کی چائے پر مجھے اپنے حالاتِ زندگی سناتے۔ قریباً گھنٹہ گھنٹہ۔ آپ نے مختلف ادوار میں ان واقعات کو تقسیم کرتے ہوئے سنایا۔ اور اس دوران بعض دفعہ آپ مجھے حضرت

سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ کے کردار کے بارہ میں بھی بتاتے ۔چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی خیال رکھتے ۔ مثلاً بات چیت ، ملنا جلنا ، پردہ وغیرہ ۔ لیکن ایسے نہیں تھا کہ مجھے یہ محسوس ہو کہ آپ ہر وقت مجھے نصیحت کر رہے ہیں یا ٹوک رہے ہیں بلکہ غیر محسوس طریق پہ یہ سب کچھ کرتے ۔ اور میری چھوٹی سے چھوٹی خوبی کو بھی سراہتے اور حوصلہ افزائی فرماتے ۔ کئی بار مجھ سے فرمایا ۔" تم ذہین ہو ، صاحب فراست ہو"۔ اور یہ بھی کہ سیکھتی بہت جلد ہو ۔"

شادی کے دوسرے یا تیسرے روز ہم کھانا کھا رہے تھے ۔آپ نے میری طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر فرمایا" APPROVED" میں نے پوچھا "کیا؟" فرمایا "جس طرح سے تم لقمہ مُنہ میں ڈالتی ہو اور مُنہ بند کرتی ہو وہ بہت اچھا ہے"۔ آپ کو میرا کھانے کا طریق بہت پسند تھا ۔چنانچہ پھر ایک روز مجھ سے فرمایا ۔"تمہیں کسی نے BRIEFING دی تھی کہ میرے سامنے یوں کھانا"۔ میں نے کہا BRIEFING تو کسی نے نہیں دی تھی ۔ ویسے میں آپ کے سامنے ذرا CAREFUL ہو کر کھاتی ہوں ۔ فرمایا

"اچھا پھر میرے سامنے ہمیشہ CAREFUL ہو کر ہی کھانا "۔

پھر جب آپ ۱۵ اپریل کو میرے امی ابا کے گھر گئے تو ان سے ہنستے ہوئے کہنے لگے ۔" یہ کہتی ہیں کہ میرے اور کسی بہن بھائی کو کھانا کھانا آئے یا نہ آئے مجھے بہت اچھی طرح کھانا کھانا آتا ہے"۔

ایک روز میں نے امی کی کسی بات یا کام کی تعریف کی (مجھے اب یاد نہیں کس بات کی) ، مجھے بیچ میں ہی روک کر فرمایا" ٹھہرو ٹھہرو ۔ امی نے بس ایک اچھا کام کیا تمہارے جیسی بیٹی پیدا کر دی "۔ میں جانتی ہوں کہ یہ صرف آپ کی محبت اور شفقت

ہی تھی۔ لیکن یہ چھوٹی چھوٹی باتیں بیوی کے دل میں خاوند کے لئے بہت محبت پیدا کردیتی ہیں۔ اور آپ ایسی دلجوئی کی باتیں اکثر کرتے ۔ فرماتے تم بازو ٹوٹنے کے لحاظ سے مجھ سے دو سال چھوٹی ہو (آپ کی ۱۵ سال کی عمر میں بازو ٹوٹی تھی اور میری ۱۲ سال کی عمر میں) اور عقل کے لحاظ سے چھ ماہ چھوٹی ہو ۔

آپ کی طبیعت میں سختی نہ تھی۔ غلط کام سے ہمیشہ نرمی کے ساتھ منع فرماتے۔ انسانی فطرت کے عین مطابق تفریح کی بھی اجازت دیتے لیکن لغو وقت ضائع کرنے سے منع فرماتے۔ اور اگر تفریح جائز حد سے بڑھنے لگتی تو ٹوک دیتے۔ آپ نے مجھے ایک کیلکولیٹر CALCULATOR تحفہ دیا ۔ (حضور اکثر چھوٹے چھوٹے تحفے دیتے رہتے تھے) میں اس میں دبا ہوا میوزک بجاتی رہی۔ مجھے خوش دیکھ کر آپ نے بھی خوشی کا اظہار فرمایا۔ لیکن ایک دن پھر مَیں کافی دیر تک اُسے بجاتی رہی۔ آپ غسل خانے سے واپس آئے تو فرمایا کہ لغو وقت ضائع نہیں کرنا ۔

سکولوں کالجوں میں پڑھتے ہُوئے اور ہوسٹلوں میں رہتے ہوُئے بعض اوقات ایسے الفاظ زبان میں شامل کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے جو کہ شائستگی کے خلاف ہوتے ہیں ۔ اگرچہ مجھے خود بھی اس قسم کے الفاظ کو استعمال کرنا پسند نہ تھا۔ اور مَیں ارادۃً ان سے اِعراض کرتی تھی ۔ لیکن کچھ الفاظ انجانے میں مجھے بھی کہنے کی عادت پڑ گئی ۔ آپ کو گفتگو میں ایسے الفاظ کا استعمال پسند نہ تھا۔ ایک روز مَیں نے انہیں اپنا کوئی قصہ سناتے ہُوئے کہا کہ میَں نے کہا "اچھا بچّو"۔ آپ نے مجھے ٹوکا اور فرمایا۔ یہ لفظ استعمال نہیں کرنا۔ پھر اسی طرح ایک روز پھر مَیں اپنا کوئی واقعہ سُنا

رہی تھی تو میں نے کہا ۔"میں نے بونگی ماری"۔ آپ نے مجھے یہ لفظ کہنے سے منع فرما دیا ۔لیکن عجیب فراست اور سمجھ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کو متصف فرماتا ہے۔ انتہائی ضرورت اور اصلاح کے خیال سے جب مناسب ہو ٹوک بھی دیتے ہیں ۔ لیکن یہ نہیں کہ ہر وقت اور بلا ضرورت ٹوکتے رہیں ۔جب دیکھا کہ دوسرے کو اپنی غلطی کا پہلے ہی احساس ہے تو پھر کبھی نہ جتایا ۔

ایک روز جب آپ بیمار تھے میرے منہ سے بات کرتے کرتے بے اختیار کسی کے لئے کمبخت کا لفظ نکل گیا۔ یہ لفظ مُنہ سے نکلتے ہی مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا اور میں بات کرتے کرتے ایک لحظ کیلئے رک گئی ۔میرا خیال تھا آپ مجھے کچھ کہیں گے ۔لیکن آپ خاموش مجھے دیکھتے رہے اور کچھ نہ فرمایا ۔میں نے اپنی بات پھر جاری رکھی ۔

زندگی کے ہر پہلو میں آپ صرف اس بات کا خیال رکھتے کہ ہر کام قرآنِ کریم کے حکموں کے مطابق ہو۔ اچھے کھانے کھاتے تو فرماتے ہم اچھی چیزیں اس لئے کھاتے ہیں کہ قرآنِ شریف میں یہ لکھا ہے کہ دُنیا کی بہترین چیز مسلمان کے لئے پیدا کی گئی ہے۔

جماعت کو قرآن شریف کے پڑھنے اور پڑھانے اور قرآن کی تعلیم کو ساری دنیا میں پھیلانے کے لئے آپ ساری زندگی جدو جہد فرماتے رہے۔ ہر علم اور ہر برکت کا منبع قرآن کو ہی جانا۔ تمام علوم کو قرآن کا ہی تابع جانا۔ مجھے بھی ہمیشہ قرآن شریف کی تفسیر سیکھنے کی طرف توجہ دلائی ۔ ارادہ تھا کہ خود مجھے قرآن شریف کی تفسیر سکھائیں بلکہ اس مقصد کے لئے میرے آنے سے پہلے ہی نوٹس لکھنے کے لئے کاپیاں بھی منگوائی ہوئی تھیں ۔ چنانچہ حضرت

مسیح موعود (آپ پر سلامتی ہو) کی قرآن شریف کی تفسیر سے میری بسم اللہ کروائی۔
۔مجھے یاد ہے جب آپ نے میری بسم اللہ کروائی وہ
جمعہ کا روز تھا اور آپ اپنے بستر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آغاز میں ہی حضرت مسیح موعود (آپ پر سلامتی ہو) کا ایک صرف تین لفظوں پر مشتمل فقرہ تھا۔ آپ نے مجھے سمجھایا کہ حضرت مسیح موعود کے کلام کا کمال ہے کہ تین لفظوں پر مشتمل جملہ ہے جس میں بے شمار مطالب موجود ہیں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے جملہ تھا "قرآن حکیم ہے"۔
یہ جملہ بالکل ابتدا میں تھا۔ ان دنوں مجھ سے ابھی زیادہ پڑھا نہیں جاتا تھا۔ اس میں نے اُس تفسیر کا کچھ حصّہ شادی سے پہلے ہی پڑھا ہوا تھا۔ چنانچہ ایک آیت جس میں حضرت مسیح موعود (آپ پر سلامتی ہو) نے پیدائشِ انسانی کو پیدائش کائنات کے ساتھ منطبق کیا ہوا تھا اور قرآن کریم کی رُو سے انسانی پیدائش کی تمام حالتوں کا ذکر فرمایا ہوا تھا، اُس کے متعلق میں نے عرض کیا کہ میرا ارادہ تھا کہ حضور کی اس تفسیر کو سائنسی استدلال سے ثابت کروں۔ آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا کہ جہاں کہیں بھی سائنس اور قرآن شریف میں CONTRADIC TION ہو وہاں تم پورے CONFIDENCE سے یہ کہنا کہ سائنس غلط ہے اور قرآن شریف صحیح کہتا ہے۔ یہ کہتے ہوئے آپ کی آواز یقین سے بھری ہوئی تھی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ روزانہ دس صفحے تفسیر کے پڑھنا۔ مجھ سے سُستی ہوئی اور پورے نہ پڑھ سکی۔ ایک روز فرمانے لگے مجھے فکر ہے تم قرآن شریف نہیں پڑھ رہی۔ میں نے کہا اب سُست ہوگئی ہوں پہلے تو کالج جانے سے پہلے ضرور پڑھتی تھی۔ اگر دیر ہو رہی ہو تو خواہ

ایک آیت ہی پڑھ لوں ۔ فرمانے لگے کہ ہاں ایسا ہی ہونا چاہیئے ۔

آپ بظاہر دُنیا کے کاموں میں مشغول ہوتے لیکن دل میں ذکرِ الٰہی کر رہے ہوتے یا اپنا کوئی مضمون سوچ رہے ہوتے ۔ ایک دن حضور باتیں فرما رہے تھے، کچھ دیر کے لئے خاموش ہو گئے ۔ میں نے تھوڑی دیر بعد کوئی اور بات شروع کر دی ۔ فرمایا میں ایک مضمون سوچ رہا تھا، تم نے بات کر کے ساری توجہ ہٹا دی ، اب اُسے RECOLLECT کرنے میں میرے تین منٹ لگے ہیں ۔ اپنے وقت کا کوئی حصّہ بھی ضائع نہ فرماتے ۔ اور کمرے میں جتنا بھی فارغ وقت ملتا اس میں اپنی ڈاک کا کچھ حصّہ ملاحظہ فرما لیتے ۔ وقت کی پابندی کا انتہائی خیال رہتا ۔ اگر میں نے بھی کسی کو ملاقات کا وقت دیا ہوتا تو حضور نے بار بار مجھے یاد کروانا کہ فلاں وقت آپ نے ملاقات کا دیا ہوا ہے، وقت پر تیار ہو جاؤ ۔

عبادت میں دکھاوا نہ تھا ۔ ایک روز اسلام آباد میں ہم حضور کے ایک غیر از جماعت عزیز کے ہاں گئے ہوئے تھے ۔ مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا ۔ کچھ مہمانوں نے نماز کے لئے جگہ پوچھی اور اُٹھ کر نماز کے لئے چلے گئے ۔ حضور اپنی جگہ پر تشریف فرما رہے ۔ میں بھی نہ اُٹھی ۔ گھر آ کر حضور نے نماز ادا فرمائی اور مجھ سے فرمانے لگے نماز اس وقت پڑھنی چاہیئے جب اس کی طرف پوری توجہ ہو ۔

اسلام آباد میں ایک روز شام کے وقت کچھ رشتہ دار خواتین آئی ہوئی تھیں ۔ مغرب کی نماز کا وقت ہوا ۔ حضور نے نماز پڑھانے کے لئے نیچے جانا تھا ۔ آپ تیاری کے لئے اپنے کمرے میں تشریف لائے ۔ میں آپ کے پیچھے کمرے

میں آئی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا تم اُن کے پاس بیٹھو نماز بعد میں پڑھ لینا۔
لیکن دوسری طرف یہ حال تھا کہ ایک دو مرتبہ ایسا ہوا کہ صبح کی نماز کے لئے آپ کی آنکھ وقت پر نہ کھل سکی۔ قضا نماز پڑھتے ہوئے جتنا تأسّف میں نے آپ کے چہرے پر دیکھا اتنا کبھی کسی اور بات پر نہ دیکھا۔

دوستی کو نبھانے کی جتنی بار تاکید آپ نے مجھے فرمائی، شاید ہی کسی اور بات کی اتنی دفعہ تاکید کی ہو۔ آپ مجھ سے فرماتے تھے کہ حضرت مسیح موعود (آپ پر سلامتی ہو) نے فرمایا ہے کہ دوست سوچ سمجھ کر بناؤ، لیکن ایک بار جب دوستی کرو تو پھر اُس تعلق کو ہمیشہ نبھاؤ۔ اس ضمن میں آپ ایک بہت دلچسپ کہانی سُنایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک لڑکا غلط قسم کے مطلب پرست دوستوں میں گھِر گیا۔ اُس کے باپ نے اُسے سمجھانا چاہا۔ لیکن وہ نہ سمجھا آخر اُس کے باپ نے کہا کہ آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ اصل دوستی کیسی ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر آدھی رات کو اپنے ایک دوست کے ہاں گیا۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ دوست نے نام پوچھا اور بغیر دروازہ کھولے کہا کہ میرا انتظار کرو میں آتا ہوں۔ کافی دیر گزر گئی دوست نہ آیا۔ بیٹے نے اپنے باپ سے کہا کہ دیکھ لی اپنی دوستی۔ انتظار کرنے کا کہہ کر بھاگ گیا۔ باپ نے کہا کہ صبر کرو۔ چنانچہ کچھ دیر بعد اُس دوست نے دروازہ کھولا تو وہ اس وقت اپنی زِرہ پہنے تیار کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک اشرفیوں کی تھیلی تھی۔ وہ کہنے لگا۔ مجھے معاف کرنا ذرا دیر ہوگئی۔ رات کو اِس وقت آنے پر مَیں نے سوچا کہ یا تو تمہیں مال کی ضرورت ہے سو وہ حاضر ہے۔ یا پھر میری جان کی ضرورت ہے

اُس کے لئے بھی میں تیار ہوں۔ چلو! یہ دیکھ کر بیٹا سخت شرمندہ ہوا اور اُس نے اپنی اصلاح کر لی اور بُرے دوستوں کی صحبت سے بچ گیا۔

دوستی نبھانے کی بہت تاکید کرتے۔ عزیزہ فریحہ (پوتی صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب) کی تقریب آمین تھی۔ گرمی کی شدت اور حضور کی مصروفیت کے باعث انہوں نے حضور سے یہی درخواست کی کہ آمین کے روز وہ بچی کو قصرِ خلافت میں لے آئیں گے اور حضور دُعا کروا دیں۔ مجھے آپا محمودہ بیگم صاحبہ نے دعوتی رقعہ بھجوایا کہ مَیں ان کے گھر منعقدہ دعوت میں بھی شرکت کروں۔ میں جمعہ کی نماز کے لئے ان کے ساتھ بیت الاقصیٰ گئی تو وہاں میری ایک ہم جماعت بھی ملیں اور مجھ سے کہنے لگیں۔ کہ آمین پہ ضرور آنا (عزیزہ فریحہ کی امی بھی میری ہم جماعت تھیں اور بچپن میں دوستی تھی) تاکہ اس بہانے اچھی طرح ملاقات ہو جائے۔ مَیں نے آپ سے بھی اس بات کا ذکر کر دیا۔ لیکن اپنی کسی خواہش کا اظہار نہ کیا۔ اسی روز یا اگلے روز عزیزم ثانی (مرزا عمر احمد) آئے اور آمین کے متعلق پوچھا کہ کس وقت بچی کو لیکر آئیں۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ "یہ آ رہی ہیں تو مَیں نے سوچا ہے مَیں بھی وہیں آجاتا ہوں"۔ اور پھر آپ خود بھی آمین پر میرے ساتھ گئے۔ آپ نے میرے اس بات کے دہرانے سے ہی یہ سمجھا کہ میرا منشاء وہاں جانے کا ہے اور پھر میری خاطر خود بھی موسم کی شدّت کے باوجود تشریف لے گئے۔

ایک روز اسلام آباد میں کچھ خواتین ملنے کے لئے آئی ہوئی تھیں۔ ملاقات کے لئے اندر تشریف لائے اور بڑی محبت سے مسکراتے ہُوئے فرمایا:۔

"طاہرہ کی سہیلیاں آئی ہوئی ہیں"

مَیں نے خطوط لکھنے کے لئے رائیٹنگ پیڈ منگوایا تو اس پر دوستی کے متعلق ایک فقرہ لکھا ہوا تھا۔ مَیں نے انہیں دکھاتے ہُوئے کہا۔ دیکھیں اس پر بھی دوستی کے متعلق لکھا ہوا ہے۔ آپ نے اس وقت مجھے کچھ نہ کہا۔ مجھے دیکھا اور میرے ہاتھ سے پیڈ لیتے ہوئے قلم لیا اور اس پیڈ پر لکھے ہُوئے میرے نام سے پہلے حضرت سیّدہ لکھ دیا اور پھر پیڈ میری طرف واپس بڑھا دیا۔ ایک روز میں نے آپ سے کہا کہ آپ ہمیشہ مجھے دوستی نبھانے کی نصیحت کرتے ہیں لیکن اگر دوست حسد کرنے لگ جائے تو کیا پھر بھی دوستی نبھانی چاہیئے۔ فرمایا

" پھر تو وہ تمہارا دوست ہی نہ رہا "

آپ کا پیار بے پناہ تھا۔ اتنا پیار کم ہی کوئی خاوند اپنی بیوی کو دے سکتا ہے کئی بار مجھ سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ اس طرح تمہارا پیار میرے دل میں ڈال رہا تھا کہ مجھے سمجھ نہیں آرہی تھی۔ سو اس خدائی پیار کے نتیجہ میں آپ نے بے حساب ہی محبت مجھے دی۔ لاڈ کے ساتھ ساتھ آپ کو یہ فکر بھی دامنگیر ہوئی کہ کہیں اتنا لاڈ پیار مجھے خراب ہی نہ کر دے۔ چنانچہ ایک روز مجھے کہنے لگے۔ " مجھے فکر ہے کہ کہیں تم سر پر ہی نہ چڑھ جاؤ " مَیں اُس وقت خاموش رہی لیکن یہ بات میرے دل کو اچھی نہ لگی۔ سو اگلے دن کسی بات پر مجھ کو رنج تھا۔ مَیں رو بھی رہی تھی اور اپنے غصے کا اظہار بھی کرتی جا رہی تھی۔ اس دَوران میں نے کہا کہ آپ کو تو سارا وقت یہ فکر رہتی ہے کہ مَیں کہیں سر پہ نہ چڑھ جاؤں۔ آپ کے سر نہیں چڑھنا تو اور کس کے سر چڑھوں گی "۔ آپ نے میری بات کا بُرا نہیں منایا اور بہت لاڈ پیار سے میرا رنج دُور کر دیا اور پھر کہا۔ کہ آؤ بتاؤں کہ تمہاری کن کن باتوں کی وجہ سے مجھے تمہاری قدر ہے۔ کوئی

آٹھ نو باتیں بتائیں اور پھر یہ بھی فرمایا کہ "اب اس دنیا میں تم ہی میرے لئے سب کچھ ہو" اگلے روز فرمایا میں چاہتا تھا تم یہ بات محسوس کرو لیکن اب اگر میرے مُنہ سے نکل ہی گیا ہے تو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اب اس دنیا میں (خُدا تعالیٰ کے بعد) تم ہی میرے لئے سب کچھ ہو۔"

آپ ہمیشہ عجز اور انکسار کی راہوں پر چلے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی طرح آپ کی شخصیت میں عاجزی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ لیکن عاجزی اختیار کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ انسان وقار کو ہاتھ سے جانے دے اور آپ انتہائی باوقار شخصیت کے مالک تھے۔ چنانچہ آپ مجھ میں بھی یہی دونوں خوبیاں دیکھنا چاہتے تھے۔ یعنی عاجزی بھی ہو اور وقار بھی ہو۔ آپ نے شادی سے پہلے دو تین روز قبل مجھے ایک رقعہ بھجوایا جس پر مندرجہ ذیل تین ۳ نصیحتیں لکھی ہوئی تھیں:۔

(۱) "اللہ تعالیٰ عاجزانہ راہوں کو پسند کرتا ہے۔

(۲) جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا۔

(۳) مَیں خاک تھا اُسی نے ثریا بنا دیا۔

اور پھر شادی کے بعد جب مَیں نے پہلی مرتبہ آپ سے ملنے کے لئے آئے ہوئے افراد خاندان سے ملنا تھا تو آپ نے مجھے ہال کمرے میں جانے سے پہلے اپنے کمرے میں کھڑے کھڑے یہ نصیحت فرمائی:۔

"دیکھو تکبّر نہیں کرنا لیکن وقار سے رہنا"

اور پھر ایک مرتبہ اور بھی یہی نصیحت دہرائی۔

گھر کے انتظامی امور کو سنبھالنے کی طرف توجہ دلانے کے لئے اکثر مجھے بہت

محبت سے کہتے :-

"رَبَّۃُ البَیْت"

اور خود مجھے ساتھ لے کر سٹور وغیرہ کی ساری چیزوں سے واقفیت کروائی۔ مجھے گھر کے کھانے پینے کا انتظام سنبھالنے کے لئے فرمایا۔ تو میں نے کہا میں ابھی یہ نہیں کر سکتی۔ چنانچہ آپ نے عزیزم لقمان کو گھر کا خرچ دیتے ہوئے کہا: "یہ کہتی ہیں کہ ابھی مجھے ایک مہینہ اور لقمان کی ASSISTANCE کی ضرورت ہے"۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ نے لجنہ مرکزیہ کی طرف سے ہماری شادی کی خوشی میں دعوت کے لئے حضور سے پوچھا اور مجھ سے بھی فرمایا کہ حضور سے دعوت کی اجازت کے لئے پوچھوں۔ میں نے آپ سے پوچھا تو فرمایا کہ گرمی بہت ہے۔ میں نے آپ کا جواب انہیں بتایا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ حضور نے تو تشریف لانا نہیں صرف تمہیں بلائیں گے۔ اس لئے پھر پوچھو۔ چنانچہ میں نے ان سے دوبارہ پوچھا تو آپ نے اجازت دے دی۔

پھر حضور نے مجھ سے فرمایا کہ وہاں وہ تمہیں ایڈریس بھی دیں گے اسکا تمہیں جواب دینا ہوگا۔ اس کے لئے میں تمہیں خود پوائنٹس دوں گا۔

پھر جس روز دعوت تھی آپ کمرے میں بیٹھے ڈاک دیکھ رہے تھے اور میں تیار ہو رہی تھی۔ میرے جانے میں تقریباً دس منٹ باقی تھے اور میں DRESSING ROOM میں تھی۔ آپ کام کرتے کرتے اٹھ کر آئے اور مجھ سے فرمایا۔ کہ ایڈریس کا جواب دیتے ہوئے عورتوں کو یہ نصیحت کرنا کہ وہ غلبۂ دینِ حق کی صدی کی تیاری کے لئے اپنی تربیت کریں اور اپنے بچوں کی تربیت

کریں اور اچھی طرح سے انہیں یہ بات کہنا کہ شاہراہِ غلبۂ دینِ حق پر آگے ہی آگے بڑھتی چلی جائیں (قریباً یہی مفہوم تھا)۔

مَیں نے دل میں سوچا کہ مجھے صرف ایک ہی بات بتائی ہے۔ اب مَیں سارا جواب کیسے دوں گی۔ لیکن خاموش رہی اور آپ یہ بات کہہ کر اطمینان سے اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔

رات کو اکثر افراد خاندان حضور سے ملنے کے لئے آئے ہوئے تھے اور ان سے مل کر جب ہم اپنے کمرے میں آ رہے تھے اُس وقت باجی جان (محترمہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ) نے حضور سے کہا کہ "آج یہ بہت اچھا بولیں"۔ آپ چلتے چلتے رُکے اور واپس مُڑ کر فرمایا۔ "ہاں مَیں نے دُعا کر کے جو بھیجا تھا۔ ابھی تو یہ بہت بولے گی"۔

میرا ایک سرٹیفیکیٹ دیکھ کر فرمایا۔ تم DEBATES بھی کرتی رہی ہو؟ مَیں نے کہا۔ جی۔ اور پھر آپ نے دو تین مرتبہ مجھے مستقبل میں تقاریر کرنے کے لئے فرمایا تو مَیں نے جواب دیا کہ مجھے تقریر لکھنا نہیں آتی۔ مجھے تو میرے گھر والے لکھ دیتے تھے اور مَیں کر لیتی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ "اب مَیں خود تمہیں پوائنٹس دیا کروں گا۔ چھوٹی آپا کو بھی تو حضرت مصلح موعود خود پوائنٹس دیا کرتے تھے۔

ایک واقعہ جو مَیں لکھنے لگی ہوں وہ قارئین کو شاید عجیب لگے اور سرسری نظر سے پڑھنے کے بعد اس کی باریکی کو نہ سمجھ سکیں۔ لیکن مَیں صرف اس لئے لکھ رہی ہوں تاکہ خلیفۂ وقت کی فراست اور ان کے اعمال میں پوشیدہ حکمت کے اندر "امر بالمعروف" کے صحیح معنوں کی نشاندہی ہو سکے۔ جو معرفت "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" کے

حکم کی خلیفۂ وقت کی ذات کو اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے۔ عام علماء کا وہ حصہ نہیں۔ اور یہ شان بھی خدا تعالیٰ کے پیاروں کی ہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے اعمال اس نقطہ نظر سے نہیں کرتے کہ دیکھنے یا سننے والے کیا کہیں گے بلکہ صرف اور صرف پوری دیانتداری سے ہر پہلو سے خدا تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھتے ہیں۔ مَیں نے حضور سے شادی کے غالباً دوسرے روز کہا کہ مجھے صبح نماز کے لئے جگا دیا کریں۔ آپ نے اگلے روز مجھے جگایا مَیں اُٹھی۔ نماز پڑھی۔ قرآن شریف پڑھا اور دوبارہ سو گئی۔ بس ایک ہی روز آپ نے مجھے جگایا اور پھر نہ جگایا۔ مَیں صبح اپنی نیند پوری کر کے اٹھتی اور قضا نماز پڑھتی۔ ایک روز اسلام آباد میں مَیں نے ان سے کہا "آپ مجھے نماز کے لئے جگاتے نہیں؟" آپ خاموشی سے میری طرف دیکھتے رہے اور پھر کچھ نہ فرمایا۔ مَیں بھی چپ رہی۔ لیکن پھر اس کے بعد بھی آپ نے مجھے نہ جگایا۔ چونکہ آپ کا معمول ایسا تھا کہ آپ رات کو دیر سے سوتے تھے اور مَیں بھی ساتھ جاگتی تھی۔ آپ کو کم سونے کی عادت تھی لیکن میری نیند پوری نہ ہوتی تھی اس لئے آپ مجھے صبح نہ جگاتے۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضور کے ایک غیر احمدی عزیز نے اسلام آباد میں ہماری دعوت کی۔ وہاں مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا۔ اہل خانہ نماز پڑھنے کے لئے چلے گئے۔ حضور نے وہاں نماز نہ پڑھی اور واپس گھر آکر عشاء کی نماز کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی اور مجھ سے فرمایا۔

"نماز اس وقت پڑھنی چاہیئے جب اس کی طرف پوری توجہ ہو۔"

شادی کے غالباً تیسرے دن مجھ سے فرمایا۔

"آج صبح جب تم سو رہی تھیں اور میں نے تمہیں دیکھا تو میں نے
اپنے ربّ سے ایک عہد کیا کہ میں اسے اپنی زندگی میں کبھی دُکھ نہیں دوں
گا۔ خواہ کیسی ہو۔ اور پھر میں نے تمہارے لئے بہت دُعا کی"۔

امّی ملنے آئیں تو ان سے بھی کہا کہ میں نے اپنے رب سے عہد کیا ہے کہ میں اسے کبھی دُکھ نہیں دوں گا۔ اور یہ کہ میں نے اس کے لئے بہت دُعا کی ہے۔

"ربوہ میں ایک روز میں مغرب کی نماز پڑھ رہی تھی۔ نماز میں ایک معمولی سا دردناک خیال آیا اور میں رو پڑی۔ آپ مغرب کی نماز پڑھ کر کمرے میں آئے۔ مجھے دیکھا تو عجیب تاثر آپ کی آنکھوں میں آیا۔ مجھ سے رونے کی وجہ تو نہ پوچھی لیکن آپ کی آنکھوں میں اس وقت جو سوال اور درد کا احساس تھا اُسے میں کبھی نہ بھلا سکوں گی۔ بہت دن گزر جانے کے بعد ایک دن جب ہم اسلام آباد میں تھے تو آپ فرمانے لگے۔ "میں آج تک نہیں سمجھ سکا کہ اس دن تم نماز میں کیوں روئی تھیں"۔ میں حیران رہ گئی اور دل میں سہم بھی گئی کہ وہ تو اتنی معمولی بات تھی۔ اگر ان کو پتہ چل گیا تو کہیں مجھے ڈانٹ ہی نہ دیں۔ کہ اتنی بے کار بات کے لئے اتنی دیر پریشان رکھا۔ اس لئے میں نے خاموشی ہی میں خیریت جانی۔ لیکن اب بہت افسوس ہوتا ہے کہ بتا دیتی تو اچھا ہی تھا۔ انہوں نے بھلا کیا ناراض ہونا تھا۔ البتہ ان کے دل کا بوجھ تو اتر جاتا۔ پتہ نہیں آپ کو کیا کیا وہم آئے ہوں گے۔

آپ بہت فراخ طبیعت کے مالک تھے اور بخل سے طبعًا نفرت تھی۔ ایک دو واقعات جن سے بخل کی بو آتی تھی ان کا ذکر آپ نے میرے ساتھ ناپسندیدگی

کے اظہار کے ساتھ فرمایا۔

ایک روز ملاقات کے لئے آنے والی خاتون نے ہونے والے بچے کے لئے تبرک کے طور پر شہد کی فرمائش کی۔ مَیں نے خادمہ سے کہا ان سے کہو کل صبح آ کر لے جائیں مَیں ناشتے پر ان سے تبرک لے رکھوں گی۔ اگلے روز جب آپ ناشتہ کر رہے تھے مَیں نے آپ سے اُن خاتون کے لئے شہد کا تبرک دینے کے لئے کہا۔ شہد کی جو بوتل زیرِ استعمال تھی آپ نے اس کا سارا شہد اُن خاتون کی لائی ہوئی شیشی میں انڈیل دیا لیکن بوتل میں شہد زیادہ نہ تھا آپ نے مجھ سے فرمایا۔ نئی بوتل لے آؤ اس میں سے ڈال دیتا ہوں کہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ حضرت صاحب کی نئی بیوی کنجوس ہیں۔

اپنے چھوٹے چھوٹے کام مجھے خود سکھائے۔ مثلاً شلوار میں ازار بند ڈال کر اس کے بل کیسے ٹھیک کرتے ہیں۔ کلف زیادہ ہو تو پہلے سلائی نیفے میں پھرا لو۔ جب ہم پہلی بار اسلام آباد گئے تو آپ نے اپنے بکس کی تیاری خود میرے ساتھ کروائی۔ آپ بڑی خوبصورتی سے ہر چیز قرینے سے اپنی جگہ پر رکھتے۔ اچکنیں خود نکال کر دیں کہ انہیں تہہ کر کے بکس میں رکھ دو۔ مجھ سے پوچھا تمہیں اچکن تہہ کرنی آتی ہے؟ مَیں نے کہا نہیں۔ پھر آپ نے عزیزہ شکری سے کہا کہ انہیں اچکن تہہ کرنی سکھا دو۔

اپنا کام خود کرنے کے عادی تھے اور زیادہ تر اپنے چھوٹے چھوٹے کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے۔ اپنا ہر کام بہت نفاست سے کرتے۔ سفر کے لئے اپنا بکس مجھ سے تیار کروا رہے تھے۔ ہر چیز احتیاط اور خوبصورتی سے رکھواتے۔ مجھے حیرت بھی ہوتی اور مزہ بھی آتا۔ اور ساتھ ہی مجھے اپنا پرانا وقت یاد کر کے

خلافت ثالثہ کے قیام کے بعد جماعت سے پہلی بیعت لی جارہی ہے

پہلی بیعت کے بعد مولا کریم کے حضور دست بدعا

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے سامنے حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد ایدہ اللہ تعالیٰ
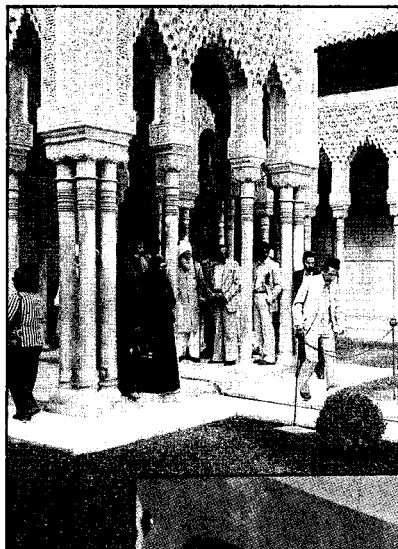
قصرِ الحمراء
اسپین میں

بچوں کے ساتھ شفقت (اسپین)

احمدیہ اسکول گیمبیا کا سنگ بنیاد
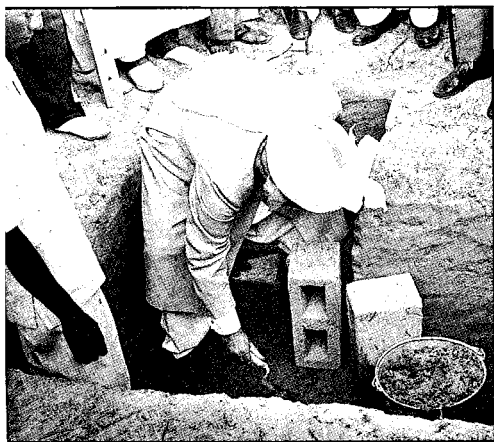
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے شرف نیاز حاصل کررہے ہیں

شرم بھی آتی جب ہوسٹل میں آتے جاتے سفروں کے دوران ہر چیز کا گوڈر بنا کر بیگ میں ٹھونسا اور چل پڑے۔ اپنی دوائیں خود پیک کیا کرتے۔ اتنی اچھی پیکنگ میں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ کمرے میں چلتے پھرتے، اپنے چھوٹے چھوٹے کام کرتے ہوئے میں انہیں دیکھتی اور لطف اندوز ہوتی۔ کیونکہ ہر حرکت میں ہر کام میں خوبصورتی تھی۔

ایک روز میں نے سنگھار میز کو صاف کرتے ہوئے عطروں کی شیشیوں کی ترتیب ذرا بدل دی۔ فرمانے لگے دیکھو آج تم نے میرے دس سیکنڈ ضائع کر دیئے۔ مجھے اپنا عطر ڈھونڈنے میں فالتو دس سیکنڈ لگے۔

ترتیب سے خیال آیا کہ حضور اپنی چھوٹی چھوٹی چیزوں اور ہر دوائی کو ایک خاص ترتیب سے رکھنے کے عادی تھے۔ آخری علالت میں بھی لیٹے ہوئے مجھ سے فرماتے کہ میری فلاں دوائی فلاں لائن میں اتنے نمبر پہ ہے۔ وہ دے دو۔ میں بہت حیران ہوتی کہ اتنی شدید بیماری میں بھی حضور کو پورا علم ہوتا تھا کہ اپنی کونسی دوائی کس ترتیب سے کس جگہ رکھی ہوئی ہے۔

دس، پندرہ منٹ بھی اگر کسی کام کے دوران فارغ ملتے تو انہیں ضائع نہ فرماتے اور اس دوران اپنی ڈاک کا کچھ حصہ دیکھ لیتے۔ ڈاک دیکھنے کے دوران خطوط لکھنے والوں کے لئے دُعا بھی فرماتے جاتے۔ آخری دفعہ اسلام آباد میں ہی ایک دن شام کے وقت ڈاک ملاحظہ فرما رہے تھے۔ غالباً وہ ۳۰ مئی کی شام تھی۔ جب آپ ڈاک دیکھ رہے ہوتے تو مجھ سے فرماتے کہ اس دوران مجھ سے کوئی بات نہ کرنا۔ اُس وقت آپ طالب علموں کی ڈاک کی فائل دیکھ رہے تھے۔ کوئی بات

شروع ہو گئی۔ حضور نے اپنی توجہ فوراً ڈاک کی طرف مبذول کر لی اور فرمانے لگے "لو تم نے مجھے باتوں میں لگا دیا ہمیں تو اس وقت ان کے لئے دعا کیا کرتا ہوں۔" اور پھر دوبارہ خاموشی سے ڈاک دیکھنے اور دعا فرمانے میں مشغول ہو گئے۔

آقا اور غلاموں کے درمیان دو طرح کا تعلق ہو سکتا ہے۔ ایک تو وہ ظاہری عزت اور احترام جو کہ ایک غلام اپنے آقا کی کرتا ہے اور دوسرا وہ بیکراں پیار جو غلام کے دل میں اس وقت ٹھاٹھیں مارتا ہے۔ جب آقا اس سے بے انتہا محبت کرتا ہے۔ وہ پیار اتنا بے لوث، اتنا پاک اور اتنا سچا ہوتا ہے کہ اُسے دُنیا کسی بھی قیمت پر خرید نہیں سکتی۔ اور نہ ہی اس پیار کا نعم البدل کہیں اور نظر آتا ہے۔

والدین سے حُسن واحسان کا جو عملی نمونہ آپ نے مجھے دکھایا جب اس کی یاد آتی ہے تو دِل فرطِ جذبات سے بھر جاتا ہے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ "اب میں تمہاری امی، کہہ کر بات نہیں کیا کروں گا بلکہ صرف 'امی' کہا کروں گا کیونکہ اب وہ میری بھی امی ہیں"۔ پھر جب ہماری شادی کے بعد امی پہلی دفعہ ہمارے گھر آئیں تو مجھ سے فرمایا کہ امی کو اپنے بیڈ روم میں لے جاؤ۔ امی ہمارے کمرے میں جانے سے گھبرا رہی تھیں اور انکار کیا۔ لیکن آپ نے اصرار کے ساتھ ہم دونوں کو اندر بھجوا دیا۔ خود دوسرے کمرے میں میرے بھائیوں کے ساتھ رہے۔ بعد میں مجھ سے فرمایا :۔

"ماؤں کو فکر ہوتی ہے کہ بیٹی کہاں اور کیسے رہ رہی ہے اس لئے میں نے امی کو تمہارے ساتھ کمرے میں بھجوایا تھا تاکہ انہیں اطمینان

ہو جائے ۔"

اُس دن آپ بہت خوش تھے۔ امی کے آنے سے پہلے مجھ سے کہنے لگے امّی کو کونسا جوس پلاؤ گی ، ناشپاتی کا یا خوبانی کا ۔ اور پھر جب امّی آئیں تو اُن سے بے حد پیار اور عزّت و احترام کے ساتھ ملے ۔ واپسی پر انہیں باہر تک چھوڑنے گئے ۔ امّی اُن دنوں کافی بیمار رہ چکی تھیں ۔ باہر آئے تو ڈرائیور نے موٹر ذرا چند قدم کے فاصلے پر کھڑی کی ہوئی تھی ۔ آپ خود گیلری سے باہر تشریف لے گئے اور اُسے ہدایت کی بالکل دروازے کے سامنے موٹر لے کر آؤ ۔ گرمی کا موسم تھا اور امّی گھبرا رہی تھیں کہ آپ ٹھنڈے کمرے سے ایک دم باہر گرمی میں آ گئے ہیں ۔ جب ہم اسلام آباد گئے تو ایک دن صبح ہم ناشتے کے لئے میز پر ہی تھے کہ میرے بھائی ایاز کسی کام سے آئے ۔ وہ امّی کے ویزے کے سلسلے میں انہیں اسلام آباد لے کر آئے تھے ۔ حضور کو جب معلوم ہوا کہ امّی نیچے موٹر میں ہیں تو فوراً انہیں نیچے واپس بھیجا کہ جا کر امّی کو لے کر آؤ ۔ کچھ دیر ہم وہیں بیٹھے باتیں کرتے رہے ۔ امّی جب واپس جانے لگیں تو میں بے خیالی میں میز پر ہی بیٹھی رہی ۔ حضور نے مجھے اشارے سے اُٹھنے کو کہا اور فرمایا کہ امّی کو چھوڑ کر آؤ ۔ اور آپ خود بھی انہیں سیڑھیوں تک چھوڑنے آئے ۔ اور جب تک وہ چلی نہ گئیں آپ وہیں پر کھڑے رہے ۔

۲۳ مئی کی شام کو ہم دوبارہ اسلام آباد پہنچے ۔ اگلے دن صبح میری امّی نے انگلینڈ جانا تھا ۔ میں رات کو انہیں ملنے کے لئے پنڈی جانے لگی تو

حضور سے اپنی واپسی کے متعلق پوچھا۔ فرمانے لگے آج حسب مرضی واپس آنا لیکن سونا گھر آکر۔ امّی بیمار تھیں آپ نے اُن کے لئے دوائیں بھجوائیں۔ جب میں واپس آئی تو آپ آنکھیں بند کئے بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں سمجھی کہ آپ سو رہے ہیں اس لئے آہستہ آہستہ کمرے میں آئی۔ آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا کہ میں تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ اور پھر مجھ سے ساری باتیں پوچھتے رہے۔

اگلے دن امّی کے سفر کے متعلق میں بالکل لاپرواہ تھی لیکن آپ کو ان کی بہت فکر تھی۔ بار بار ذکر فرمایا۔ میں نے کہا آپ دُعا کریں۔ فرمانے لگے وہ تو میں پہلے ہی کر رہا ہوں۔ اور پھر یہ بات یاد کر کے تو میرا دل اور زیادہ بھر آتا ہے کہ آپ کس طرح دوسروں کی معمولی ترین تکلیف کو بھی کتنا زیادہ محسوس فرماتے تھے اور اپنی تکلیف کی بالکل پرواہ نہ کرتے خواہ وہ کتنی زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔

آخری علالت میں جب آپ کے دِل کا ایک بڑا حصّہ حملہ کا شکار ہو چکا تھا، امّی کا انگلینڈ سے حضور کی طبیعت پوچھنے کے لئے فون آیا۔ جب میں اُن سے بات کر کے کمرے میں آئی تو آپ نے مجھ سے امّی کے متعلق پوچھا میں نے کہا کہ اُن کے ECG میں تھوڑا سا HEART DAMAGE ہے۔ آپ فوراً پریشان ہو کر مجھ سے پھر پوچھنے لگے " امّی اپنی بیماری کا سُن کر کہیں گھبرا تو نہیں گئیں "۔ مَیں ہنس پڑی اور عرض کی کہ اُنہیں تو اپنی رتی بھر بھی پرواہ نہیں وہ تو بار بار مجھے آپ کا خیال رکھنے کی تاکید کر رہی تھیں۔

ہر طرح سے میری دلداری فرماتے۔ ہماری شادی کے چند دن بعد میرے بڑے بھائی "نصیر" دل کی تکلیف سے کافی بیمار ہو گئے۔ آپ کو علم ہوا تو عزیزم میاں

انس احمد سے فرمایا۔میری طرف سے ابھی خط لکھ کر ان کی طبیعت پوچھو۔ اور پھر ایک روز شام کو مجھے بھی ان کی طبیعت پوچھنے کے لئے عزیزم میاں انس احمد کے ساتھ بھجوایا۔

حضور کو CHERRIES (چیریز) بہت پسند تھیں۔ میرے بڑے بھائی ایاز جب کوئٹہ میں تھے تو اُن سے حضور سیب اور چیریز منگوایا کرتے تھے اور ان کے پنڈی آجانے کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔حضور کو یہ پسند نہ تھا کہ جو چیز وہ خود کہہ کر منگوائیں اسے تحفۃً قبول کریں۔ اس لئے باقاعدہ بل ادا فرماتے ۔میری شادی سے قبل میرے بھائی نے حضور کی اس عادت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ میں موسم کا پہلا پھل تحفۃً بھجواتا ہوں اور پھر بل لے لیتا ہوں۔

شادی کے بعد جب ہم پہلی بار اسلام آباد گئے تو ایک روز انہوں نے چیریز بھجوائیں۔ آپ نے کھانے پر شوق سے کھائیں اور مجھ سے کہا ایاز سے بل پوچھ لینا۔ میں نے پوچھا کیا یہ اس موسم میں پہلی دفعہ آئی ہیں ؟ فرمایا! ہاں میں نے کہا پھر وہ بل نہیں لیں گے اور یہ تحفہ ہوگا۔

شام کو جب میرے بھائی اور بھاوج ملنے آئے تو آپ نے میری بھاوج سے بل پوچھنے کے لئے کہا۔ انہوں نے جواب دیا۔حضور وہ تحفہ ہے۔ آپ خاموش رہے اور اصرار نہ فرمایا۔ اور پھر اس کے بعد ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ مجھ سے فرمایا۔ ''آج ہم نے آپ کی بدولت CHERRIES کھائیں''۔ میں جانتی تھی کہ بات تو معمولی ہے۔لیکن آپ میرا دل خوش کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے محبت سے بار بار ذکر کر رہے ہیں۔ اور اب میں جب بھی دنیا میں کہیں بھی CHERRIES کھاؤں

مجھے آپ کی یاد بہت آتی ہے۔

ایک روز آپ بہت تھکے ہوئے تھے۔ آپ رات کو کھانے کے بعد کمرے میں آئے تو ایسے ہی تھوڑی دیر کے لئے بستر پر لیٹ گئے اور لیٹتے ہی آپ پر نیند غالب آگئی۔ اور آپ سو گئے۔ میں نے دیکھا تو آپ کے پاؤں ٹھیک کر کے آپ کی گرم چادر ٹانگوں پر پھیلا دی۔ آپ نے نیند میں ہلکی سی آنکھ کھولی اور پھر سو گئے۔ یہ بہت چھوٹی سی بات تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو عجیب قدردان طبیعت عطا فرمائی تھی۔ اگلے روز کھانے کی میز پر آپ بچوں سے کہنے لگے۔ رات میں بہت تھک گیا تھا اور مجھے پتہ بھی نہ چلا کہ کب نیند آگئی اور (محبت سے میری طرف دیکھتے ہوئے فرمایا) صرف اتنا پتا چلا کہ کوئی میرے پاؤں ٹھیک کر رہا ہے۔ یہ بات کہتے ہوئے آپ کے لہجے میں بے انتہا پیار تھا۔ جیسے آپ کو بہت ہی لطف آیا ہو کہ کوئی تھا جو میرا خیال رکھتا۔

ایک روز شروع میں مجھ سے پوچھا "تمہیں امی ابا میں سے کون زیادہ پیار کرتا ہے۔ میں نے کہا" دونوں ہی کرتے ہیں۔ لیکن TYPE میں فرق ہے"۔ فرمایا۔ کیا فرق ہے؟ THATS WHAT I WANT TO KNOW۔ میں نے کہا کہ جب امی پیار کرتی ہیں تو وہ SELFLESS ہو جاتی ہیں۔ لیکن جب ابا جی پیار کرتے ہیں تو وہ اپنے SELF کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ آپ میرا جواب سن کر خاموش رہے۔

آپ کا نیند سے جگانے کا انداز بہت اچھا تھا۔ بڑے پیار سے جگاتے اور اکثر یہ مصرع بھی پڑھتے۔ ع

اُٹھیے بس اب کہ لذتِ خوابِ سحر گئی

ایک روز مجھ سے پوچھا کہ (شادی سے پہلے) تم اپنی دوستوں وغیرہ کے ساتھ

(کھانا کھانے کے لئے) کن ہوٹلوں میں جاتی تھی؟

مَیں نے کہا CHINESE (چینی ہوٹلوں میں)

اور جب آپ کو یہ علم ہوا کہ مجھے چینی کھانا اور SOUP (سُوپ) پسند ہیں تو اسلام آباد جانے کے بعد آپ نے بغیر میرے کہے خود ہی پتا کروایا کہ یہاں کون سا اچھا چینی ہوٹل ہے اور اس سے میرے لئے کھانا منگوایا۔

اپنی علالت میں بھی میری چھوٹی چھوٹی ضروریات کا بھی ایسے خیال رکھا کہ حیرت ہوتی ہے۔ آپ نے شاید اس خیال سے کہ کہیں مجھے کوئی ضرورت پیش آئے اور مَیں تکلّف میں رہوں۔ ایک روز اپنی آخری علالت کے دوران مجھ سے فرمایا:۔

" بیوی اگر اپنے خاوند کے پیسوں میں سے اس کی اجازت کے
بغیر خرچ کرے تو وہ چوری نہیں ہوتی "

اور واقعۃً مَیں نے اپنے پاس موجود ساری رقم صدقہ میں بھجوادی تھی اور جب آپ نے مجھے یہ بات کہی اس وقت میرے پاس کوئی رقم نہ تھی۔

دوسرے انسانوں کو سمجھنے کی خداداد فراست رکھتے تھے۔ اور بہت کچھ انسانوں کے چہروں سے پڑھ جاتے۔ اکثر اس کا مجھ سے اظہار بھی فرمایا۔ لیکن بہت ہی پردہ پوشی کرنے والی طبیعت تھی۔ اس لئے باوجود علم ہونے کے دوسرے پر اس بات کا اظہار نہ ہونے دیتے کہ آپ اس کی کمزوری کو جانتے ہیں۔ بارہا مجھ سے یہ فرمایا کہ مجھے سب پتہ چل جاتا ہے کہ تم کیا سوچ رہی ہو۔ مَیں خاموش رہتی اور دل میں سوچتی کہ مَیں نے کون سی بُری بات سوچی ہے جو فکر ہو کہ انہیں پتہ نہ چل جائے۔ اس لئے جب مجھے یہ بات کہتے میں مطمئن رہتی۔

میں ناشتہ میز پر رکھنے کے بعد آپ کو جگاتی۔ ایک روز مجھ سے فرمایا۔ کہ "مجھے تمہارے ہاتھ لگانے سے پتہ چل جاتا ہے کہ آج تمہارا موڈ کیسا ہے۔"

ہمیشہ اپنے رب سے خیر کے ہی طالب رہے۔ ایک روز آپ ظہر کی نماز پڑھانے کے لئے بیت المبارک جا رہے تھے میں نے کہا "جلدی جائیں اور جلدی آئیں سخت بھوک لگی ہے۔" (ہم دوپہر کا کھانا ظہر کی نماز کے بعد کھاتے تھے)۔ فرمایا۔ ایسے نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں۔ خیر سے جائیں اور خیر سے آئیں۔" قرآنی دُعا

رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ہ

بھی کثرت سے پڑھتے۔ ایک روز فرمایا۔ مجھے حضرت مصلح موعود کی لکھی ہوئی آمین کا یہ مصرع بہت پسند ہے۔ ع

الٰہی خیر ہی دیکھیں نگاہیں

دشمن کے لئے بھی کبھی بد دُعا نہ کی۔ ۱۹۷۴ء میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:-

"ان لوگوں کے لئے بد دُعا نہیں کرنی۔"

لطیف مزاح آپ کی شخصیت کا خاص حصہ تھا۔ اکثر و بیشتر لطیف مزاح فرماتے اور لطف اندوز ہوتے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں مزاح کا رنگ پیدا فرما دیتے اور اگر دوسرا آدمی اس مزاح کو سمجھ کر لوٹا دیتا تو اور بھی زیادہ لطف اندوز ہوتے۔

ایک صبح ناشتے پر میں نے میز پر پڑے ہوئے سرکے والے پیاز استعمال کئے۔ مجھے دیکھا تو میری چائے کی پیالی کی طرف اشارہ کر کے سنجیدہ چہرہ کے ساتھ فرمایا۔ "یہ چائے میں کیسے لگ رہے ہیں؟" میں نے اسی انداز میں آپ کی چائے کی پیالی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ "ڈال کر بتاؤں؟" آپ میرے اس جوابی مزاح پر بہت ہنسے۔

ہمارے ابا کو چائے بہت زیادہ پینے کی عادت تھی اور اس وجہ سے ہمارے گھر میں سب ہی زیادہ چائے پیتے تھے۔ حضور کو اس بات کا علم تھا۔ اس لئے اکثر جب میں چائے پی رہی ہوتی اور اگر کوئی عزیز بھی پاس ہوتا تو آپ ان سے مسکراتے ہوئے کہتے۔ "ان کے گھر میں عادت ہے کہ ہر گھنٹے بعد چائے کی ایک پیالی پیتے ہیں۔

آپ خود کم چائے پیتے تھے۔ دو کپ صبح ناشتے پر اور ۲ دو شام کی چائے پر۔ آپ نے مجھ سے کہا تو نہیں لیکن شاید آپ چاہتے تھے کہ میں بھی کم چائے پیوں۔ اسلام آباد میں ایک روز عزیزہ حسبی نے یہ جاننے کے بعد کہ مجھے شادی سے پہلے رات کے کھانے کے بعد چائے پینے کی عادی تھی تو انہوں نے خود ہی خادمہ سے کہہ کر کھانے کے فوراً بعد میز پر چائے بھجوا دی۔ انہوں نے جب چائے دیکھی تو فرمایا۔ "اچھا تو پھر آپ اپنی پرانی عادتوں پر واپس آرہی ہیں"۔ میں خاموش رہی۔

آپ نے مجھے اپنے لئے چائے کا کپ بنانا بھی سکھایا۔ آپ پیالی میں دودھ چائے سے پہلے ڈالتے تھے۔ مجھے چونکہ دودھ پہلے ڈالنے کی عادت نہ تھی اس لئے اکثر ہی اندازہ غلط ہو جاتا اور کئی بار میں غلطی سے زیادہ دودھ ڈال دیتی۔ آپ پوری بھری ہوئی پیالی بنواتے۔ میں قہوہ ڈال رہی ہوتی تو فرماتے۔ "اور" "اور" یہاں تک کہ پیالی کناروں تک بھر جاتی۔

ایک مرتبہ شروع شروع میں میں نے حضور کو اپنے ہوسٹل میں رہائش کے زمانے کی باتوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ہم فائنل ایئر میں اکثر رات کو ایک ایک بجے مل کر تربوز کھایا کرتی تھیں۔ تربوز ویسے بھی مجھے بہت پسند ہے۔ حضور نے اُسے یاد رکھا۔ اکثر ذکر فرماتے کہ انہیں تو رات کو ایک بجے تربوز کھانے کی عادت

ہے۔ وفات سے دو یا تین روز پہلے رات کے تقریباً گیارہ بجے تربوز کھا رہی تھی حضور کی طبیعت میں مزاح کا پہلو بہت تھا۔ ہلکی سی آنکھ کھولی۔ دیکھ کر مسکرائے اور فرمانے لگے "ایک بج گیا ؟ میں نے تو اپنی گھڑی کا وقت ٹھیک کرنا تھا۔"

ہر احمدی کو ہمیشہ اس بنیادی اصول پر عمل کرنے کی تلقین کی جاتی ہے کہ اس نے کبھی بھی قانون شکنی نہیں کرنی۔ میں جب میڈیکل کالج میں پڑھتی تھی تو ایک بار ہمارے کچھ پرچے چوری ہو گئے۔ اسی ضمن میں ہماری کلاس نے سٹرائیک کر دی۔ میں نے بھی اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہوئے اس میں حصّہ لیا۔ حضور کو جب علم ہوا تو آپ نے مجھے بلوایا اور فرمایا کہ تمہیں علم ہے کہ ایک بار سٹرائیک میں حصّہ لینے پر حضرت مرزا عزیز احمد صاحب کا جماعت سے اخراج ہونے لگا تھا۔ میں نے کہا کہ وہ چوروں کو نہیں پکڑتے تھے۔ آپ نے فرمایا تمہیں اس سے کیا۔" سو حضور نے نرمی اور پیار سے بھی اور سختی سے بھی مجھے منع فرمایا۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے کبھی کسی سٹرائیک میں حصّہ نہ لیا۔ اور کالج کی باقی سب احمدی لڑکیوں کو بھی حضور کا ارشاد بتا دیا۔ بعد میں ازراہِ مذاق حضور مجھے STRIKE LEADER کہہ کر چھیڑتے تھے۔

رشک اور حسد دو ایسے جذبے ہیں جن کا درمیانی فاصلہ اگرچہ بہت کم ہے لیکن ان میں سے پہلا جذبہ تو انسان کو ہمیشہ ترقیات کی طرف لے جاتا ہے اور دوسرا جذبہ انسان میں موجود خوبیوں کو بھی تباہ کر دیتا ہے۔ رشک خیر کی طرف لے جاتا ہے اور حسد شر کی طرف۔ آپ نے مجھے شروع دن سے ہی حضرت نواب منصورہ بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدھا کے اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے یہ نصیحت

فرمائی کہ دیکھو رشک جتنا مرضی کر لینا لیکن حسد کبھی نہ کرنا۔

زندہ انسانوں اور زندہ قوموں کا کبھی بھی یہ وطیرہ نہیں ہوا کہ وہ صرف اپنے ماضی کو یاد کر کے خوش ہوتے رہیں اور مستقبل کی فکر نہ کریں۔ بلکہ زندہ قومیں ہمیشہ اپنی نظر مستقبل پر رکھتی ہیں اور ان کا ہر قدم پچھلے قدم سے آگے ہی ہوتا ہے۔ اسی اصول کو مجھے ذہن نشین کروانے کے لئے ایک مرتبہ جب میں اپنے ہوسٹل کی رہائش کے زمانے کی ایک بات بتا رہی تھی تو آپ نے فرمایا کہ میں تو تب مانوں گا جب آئندہ تم ایسا کر کے دکھاؤ گی۔ اسی طرح آخری علالت میں، میں نے ایک چیز کا نام انگریزی میں لیا۔ آپ فرمانے لگے میں تو اُس وقت IMPRESS ہوں گا جب تم مجھے یہ بتاؤ گی کہ ITALIAN زبان میں اس کو کیا کہتے ہیں۔

حضور کی طبیعت میں مہمان نوازی حد درجہ تھی۔ شدید علالت میں بھی جب ہر کسی کی توجہ صرف آپ کی ہی ذات پر مرکوز تھی۔ آپ کو اپنے مہمانوں کی خاطر داری کا شدّت سے احساس تھا۔ بار بار دریافت فرماتے کہ "میرے مہمانوں کو کھانا ٹھیک مل رہا ہے؟" یا یہ کہ "میرے مہمانوں کا خیال رکھو۔" "مہمانوں کے آنے سے گھر میں بہت برکت ہوتی ہے۔" کئی بار مجھے کمرے سے باہر بھجوانے کہ "دیکھو میرے مہمان کیا کر رہے ہیں۔ انہوں نے کھانا کھا لیا ہے۔"

حضور کو بدظنّی سے سخت نفرت تھی اور معمولی سے معمولی بات پر بھی بدظنّی کرنے کو پسند نہ فرماتے۔ فرماتے یہ جو لفظ "ہو گا" ہے یہ تم لوگوں کو

خراب کرتا ہے ۔ ایک مرتبہ حضور کمرے میں تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ آج ثاقب صاحب آئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ میری والدہ نے پوچھا ہے کہ حضور آپ کا شادی کرنے کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا ہے۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا ثاقب صاحب کا اپنا دِل کر رہا ہو گا پوچھنے کو اور کہہ اپنی والدہ کا دیا ۔ حضور نے مجھے میری اِس غلطی پر ٹوکا اور بدظنّی سے منع فرمایا ۔

خدا تعالیٰ کی صفات کا جلوہ اس وقت اور بھی زیادہ اُبھر کر ہمارے سامنے آتا ہے جب ہم اُس پر گہری نظر سے غور کرنا شروع کر دیتے ہیں ۔ اور پھر یہ جلوہ پھیلتا ہی چلا جاتا ہے اور دُور دُور تک اس کی کوئی انتہا نظر نہیں آتی ۔ اس وقت دل سے بے اختیار خدا تعالیٰ کی حمد نکلتی ہے ۔ اور یہی وہ تعریف ہے جو معرفتِ الٰہی کے بعد کی جاتی ہے اور یہی وہ حمد ہے جو کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ مقبول ہے ۔ ورنہ طوطے کی طرح صرف زبان سے اقرار کرنا اور دماغی طور پر اس حقیقت کے قائل نہ ہونا انسانیت کے اُس اعلیٰ مرتبہ کے خلاف ہے جو کہ خدا نے اُسے اشرف المخلوقات بنا کر عطا فرمایا ۔ حضور کے ساتھ مَیں نے جو چند سفر کئے اُن میں مَیں نے یہی دیکھا کہ آپ اپنے سفر کا بھی ایک لمحہ ضائع نہ فرماتے بلکہ راستے میں موجود ہر چیز کو نوٹ فرماتے اور میری توجہ بھی اس طرف مبذول کرواتے مجھے یاد ہے کہ اگرچہ میں اُن راستوں سے پہلی بار گزر رہی ہوتی تھی لیکن میں اُن پر لاپرواہی سے نظر ڈالتی ۔ اس کے برعکس حضور شاید بیسیوں مرتبہ ان جگہوں سے سفر فرما چکے تھے لیکن وہ انہیں اتنے غور اور شوق سے دیکھتے کہ مجھے حیرت ہوتی ۔ مَیں شادی سے پہلے مری صرف ایک بار گئی تھی میں نظاروں

کو بے توجہی سے دیکھتی رہی لیکن حضور ہر نظارے سے یوں لطف اندوز ہو رہے تھے جیسے پہلی بار آئے ہوں۔ آخر میں نے پوچھ ہی لیا کہ آپ کتنی بار مری آ چکے ہیں۔ غالباً وہ اَن گنت دفعہ تشریف لا چکے تھے۔ فرمانے لگے پہلی بار ۲۹ء میں آیا تھا۔ اور پھر فرمایا کہ جب فرقان فورس کے ساتھ آئے تو ان پہاڑوں اور پانی میں چلتے ہوئے میرے پیروں کے سارے ناخن ٹوٹ گئے تھے۔

حضور کی شخصیت میں وقار بھی انتہا کا تھا، خدائی رُعب اور جلال بھی تھا۔ نفاست بھی بے حساب تھی لیکن طبیعت میں درویشی بھی حد درجہ تھی۔ ایک دن اُن کی اچکن پر میں نے ایک چھوٹا سا داغ دیکھا تو عرض کیا کہ اِسے ڈرائی کلین کروا لیں۔ فرمانے لگے "چھوڑو۔ مَیں درویش آدمی ہوں۔"

بچوں کی تربیّت بڑے ہی خوبصورت انداز سے کی ہوئی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حضور اور حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ نوراللہ مرقدہا کی مشترکہ محنت تھی۔ بہر حال شادی کے بعد جب میں یہاں آئی تو میں نے یہ بات خاص طور پر دیکھی کہ بچے بڑوں کا انتہائی ادب کرتے ہیں اور ان میں کہنا ماننے کی بہت عادت ہے۔ بچوں سے ان باتوں کی امید اس وقت تک نہیں کی جا سکتی جب تک ان کے ساتھ شفقت کا برتاؤ نہ کیا جائے۔ اگرچہ بعض اوقات سختی بھی کرنی پڑتی ہے لیکن اصل طریقہ پیار و محبت ہی ہے۔ حضور بچوں کے ساتھ بے انتہا محبت فرماتے تھے۔ آخری علالت سے چند روز پہلے "بیلا" (بنت صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب) حضور کی پنڈلیاں دبا رہی تھی۔ میں نے کہا آج بیلا ناراض ہے اور اس نے رات کا کھانا بھی نہیں کھایا۔ ناراضگی کی وجہ یہ تھی کہ اس کا آج چینی

کھانا کھانے کو دل کر رہا تھا اور امّی ابّا نے اس کی بات نہیں مانی حضور مسکراتے ہوئے فرمانے لگے بالکل ٹھیک کیا۔ مجھ سے فرمایا کہ یہ تو میری سب سے لاڈلی پوتی ہے اور پھر اگلے روز حضور نے اپنے دستِ مبارک سے روپے دیتے ہوئے فرمایا کہ سب بچوں کو چینی کھانا کھلا کر لاؤ۔

آخری علالت کے دنوں میں سب چھوٹے بچوں کو گھر کے نچلے حصّہ میں رکھا ہوا تھا تاکہ اُن کے شور سے حضور کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے "میری چڑیوں کو کہاں بند کر دیا ہے۔ مَیں اُن کے شور کے لئے اُداس ہو گیا ہوں۔" اور پھر سب بچّوں کو بلوا کر اُن سے ملے اور لقمان سے کہا کہ انہیں CHOC BAR کھلاؤ اور COKE پلاؤ۔

کھانے کے کمرے میں آتے جاتے وقت اکثر ہی عثمان (مرزا لقمان احمد صاحب کے بیٹے) کے کمرے میں چلے جاتے اور کچھ دیر اس سے پیار کرتے۔ اس کی صحت کا، غذا کا اور دوسرا ہر طرح سے خیال ماں باپ سے بھی زیادہ کرتے آخری دفعہ اسلام آباد میں قیام کے دوران عثمان کی طبیعت فلو سے کافی ناساز ہو گئی۔ حضور نے اسے اپنے کمرے میں بلوا لیا اور اپنے بستر پر لٹا کر خود پاس بیٹھ گئے۔ ہومیو پیتھک دوائیں بھی دیں اور ساتھ ساتھ اس کے لئے دُعائیں بھی کرتے۔ چند منٹوں میں اس کی طبیعت بہتر ہونے لگی۔ حضور نے مسرت سے میری طرف دیکھا اور فرمانے لگے دیکھو اس کی آنکھوں کی سرخی کم ہو گئی ہے۔ پھر بعد میں بھی خود یاد کروا کر اس کے لئے دوائی اپنے دستِ مبارک سے دیتے تھے۔

جب ہم پہلی بار اسلام آباد گئے تو بچے ساتھ نہ تھے۔ آپ نے سب بچیوں کے لئے

جوڑے بطور تحفہ منگوائے۔ کچھ تحائف مَیں خود جب اپنی خریداری کرنے گئی تو لیکر آئی جب ہم واپس ربوہ آئے تو مجھ سے فرمایا کہ یہ سارے تحفے کمرے میں بچھے چوکے پہ سجا دو۔ اور پھر رات کے کھانے کے بعد آپ نے سب بہوؤں۔ بیٹیوں۔ پوتیوں نواسیوں کو بلایا کہ میرے کمرے میں آجاؤ اور سب کو باری باری موقع دیا کہ اپنی پسند کے جوڑے اپنے لئے چُن لیں۔ بعد میں مجھ سے کہنے لگے جب ماریہ جوڑا اٹھانے لگی تو مجھے خواہش تھی کہ وہ یہ والا جوڑا لے اور پھر مَیں نے توجہ کی تو اس نے وہی جوڑا اٹھایا۔

حضور بچّوں کے ساتھ بہت زیادہ شفقت فرماتے اور ان کی دلچسپیوں میں ان کا بھرپور ساتھ دیتے۔ ایک دن دوپہر کا کھانا کھانے کے لئے ہم کھانے کے کمرے کی طرف جارہے تھے۔ گیلری میں سے گزرتے ہوئے بلّی کے رونے جیسی آواز آئی۔ آواز ماہم کے کمرے میں سے آرہی تھی۔ حضورؒ اُس کے کمرے میں تشریف لے گئے۔ دیکھا تو جوتے کے ڈبے میں کُتّے کا پلّا چیخ رہا تھا۔ ماہم اُسے لاہور سے لائی تھی۔ میں سمجھی کہ اب یہ کہیں ماہم سے ناراض نہ ہوں کہ تم نے یہ کیوں یہاں پر رکھا ہوا ہے۔ لیکن آپ نے اُسے دیکھا کسی قسم کے غصّے کا اظہار نہ فرمایا اور مسکراتے ہوئے کھانے کے کمرے کی طرف چل دیئے۔

شادی کے بعد جب حضور میرے امّی ابّا کے گھر تشریف لائے تو میرے بہن بھائیوں کے بچّوں سے بہت پیار فرمایا اور سب کی تصویریں باری باری اپنے دستِ مبارک سے لیں۔ پھر جب ہم اسلام آباد گئے تو میری چھوٹی بھتیجی

مریم کو اپنے پاس بُلایا اور اس کی تصویر اُسے دیتے ہوئے فرمایا کہ ایسی خوبصورت تصویر نہ آج تک تمہاری کسی نے کھینچی ہوگی اور نہ کھینچے گا۔ فوٹوگرافی میں بھی حضور کو کمال حاصل تھا اور حسین قدرتی مناظر کو CAPTURE کرنا بہت پسند تھا۔ بچے بھی قدرت کا حسین ترین شاہکار ہیں۔ مجھے یاد ہے اپنی کھینچی ہوئی تصویریں ایک روز آپ مجھے دکھا رہے تھے اس میں ایک چھوٹی سی پیاری سی غیر ملکی بچی کی بھی تصویر تھی جو کہ حیرت سے حضورؒ کو دیکھ رہی تھی۔ حضور نے اُس کی تصویر لے لی۔ اور اس خوش قسمت بچی کا واقعہ سناتے ہوئے بھی آپ کے چہرے اور آپ کی آواز میں اس کے لئے بے انتہا پیار تھا۔

میری بھتیجی قدسیہ سے بھی بہت پیار فرماتے۔ اور فرماتے کہ اس کی شکل ہماری شیلا (شمائلہ بنت صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب) سے بہت ملتی ہے۔ اس لئے اسے ہمیشہ محترمہ شمائلہ بیگم ہی کہہ کر بُلاتے۔ اور ایک دن جب امی کی طرف گئے تو ازراہِ مذاق میرے بھائی سے فرمانے لگے کہ اِسے مَیں ۱۴ روپے ۵۰ پیسے میں تم سے خرید لیتا ہوں۔

گزشتہ سال فروری میں میری بھابھی واپس انگلینڈ جانے والی تھیں۔ حضورؒ سے ملنے گئیں تو اُن سے فرمایا کہ جانے سے پہلے بچوں کو ملوانے کے لیے لانا۔ (وہ ان دنوں لاہور میں اپنے والدین کے پاس تھیں)۔ چنانچہ جب وہ بچوں کے ساتھ آئیں تو آپ نے انہیں اپنے ذاتی بیٹھنے والے کمرے میں ہی بُلوا لیا۔ بچوں سے بہت پیار فرمایا اور اُن کی چھوٹی بیٹی "نبو" سے فرمانے لگے کہ تمہیں پتہ ہے چڑیا کو کیسے پکڑتے ہیں ؟ اور پھر آپ نے اپنا جُبّہ اُتار
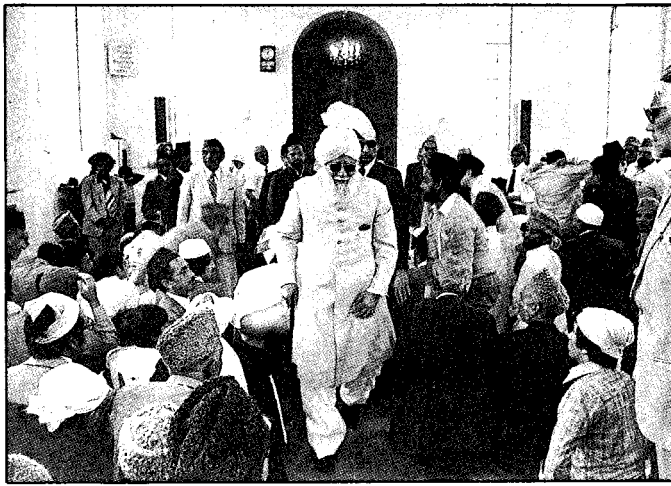
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کسرِ صلیب
کانفرنس کے لئے بیت فضل لندن میں
تشریف لارہے ہیں (۱۹۷۸ء)
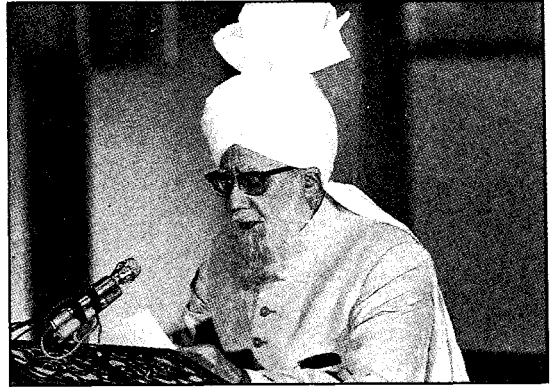
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کسرِ صلیب کانفرنس
سے خطاب فرمارہے ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ ہیمبرگ میں
پریس کانفرنس کے موقع پر ایک جرنلسٹ
سے گفتگو فرمارہے ہیں۔

شکار کا شوق۔

فوٹو گرافی کا شوق۔

گھوڑوں کا شوق

کر اُس کے اُوپر ڈال دیا۔ وہ بالکل اُس میں یوں گھِر گئی جیسے جال میں پرندہ۔ آپ اُٹھ کر اپنے کمرے میں گئے اور میٹھا چڑھے بادام بچوں کے لئے لے کر آئے پھر آپ نے اپنا جُبّہ اُس پر سے اتارتے ہوئے فرمایا "بس اِس سے زیادہ برکت اَب میں تمہیں نہیں دے سکتا۔" اور وہ اس کی حضور کے ساتھ آخری ملاقات تھی۔

حضور کو شکار کا بہت شوق تھا اور بچپن سے ہی بچوں میں اس کی رغبت پیدا فرماتے۔ ہماری شادی سے دو تین سال پہلے کی بات ہے حضور احمد نگر میں سیر کے لئے گئے ہوئے تھے۔ میرے بہنوئی اور بڑی ہمشیرہ بھی اپنے بچوں کے ساتھ وہاں تھے۔ اُن کے بڑے بیٹے فاتح کی عمر اُس وقت تقریباً ۶ سال تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اِسے ایئر گن AIRGUN لے کر دو۔ شادی کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا کہ بچہ جب کم از کم تین ہزار چھرّا چلا لے تو پھر اُس کا نشانہ صحیح ہوتا ہے۔ آپا کا فون آیا تو میں نے اُن سے کہا کہ حضور نے یہ فرمایا ہے اس لئے آپ فاتح کو خوب مشق کرنے دیا کریں۔ آپ نے بعد میں مجھ سے فرمایا کہ ہاں تم نے انہیں ٹھیک کہا ہے۔

حضور کبھی بائیں ہاتھ میں چیز نہ دیتے تھے۔ بچہ ہو یا بڑا جب تک دایاں ہاتھ سامنے نہ کرے آپ اُسے چیز نہ پکڑاتے بلکہ اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیتے اور جب وہ دایاں ہاتھ سامنے کرتا تو پھر اُسے پکڑا دیتے۔

آپ بہت محتاط طبیعت کے مالک تھے۔ شادی کے پہلے دن ہی آپ مجھے اپنے ساتھ غسلخانے میں لے کر گئے اور سمجھایا کہ یہ گرم پانی کی ٹونٹی ہے اور

یہ سرد کی۔ پہلے سرد کھولنا پھر آہستہ آہستہ اس میں گرم ملانا۔ احتیاط کرنا ہیں ایک بار اپنا ہاتھ جلا چکا ہوں۔ پہلا دن تھا، کچھ بول تو نہ سکی البتہ دل میں خیال آیا کہ یہ بھی بھلا کوئی بتانے والی بات ہے۔ اس کے بعد غلطی سے بھول کر میں نے دو بار اپنا ہاتھ جلایا۔

اسلام آباد میں ایک روز شام کی چائے پر انہیں چائے کے چمچ پر عجیب ذائقہ محسوس ہوا۔ مجھ سے فرمانے لگے منصورہ بیگم میرے برتن خود دھویا کرتی تھیں۔ تم بھی میرے برتن خود دھویا کرو۔ اگلے کھانے پر کھانے سے پہلے میں اس غرض سے اپنے کمرے سے باہر آئی کہ ان کے لئے برتن خود دوبارہ دھو کر میز پر لگا دوں۔ میں لگانے آئی تو عزیزہ حبیبی نے کہا کہ انہوں نے خود دھو کر لگا دیئے ہیں۔ میں نے شرم میں پھر نہ دھوئے۔ اُس کے بعد پھر ان کی بیماری میں تو کسی اور چیز کی ہوش ہی نہ تھی۔

اس بات کی بھی بہت احتیاط رکھتے اور مجھ سے بھی رکھواتے کہ پردے ٹھیک طرح سے کھینچے ہوں۔ اور یہ کہ کوئی دروازہ، اور اس کی کُل کھلی نہ ہوں۔ سونے سے قبل دروازوں کی کُلیں خود چیک کرتے۔

۔ایک روز صبح ناشتہ کی میز پر

بیٹھے تھے۔ میں ان کے لئے اور اپنے لئے چائے کی پیالیاں بنا کر لائی۔ ایک پیالی ان کے لئے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی۔ دوسرے ہاتھ میں اپنے لئے چائے پکڑی ہوئی تھی۔ فرمانے لگے اس طرح تم سے چائے گر کر مجھے جلا سکتی ہے۔ چنانچہ پھر میں نے احتیاط برتنی شروع کر دی۔ انہیں چائے دے کر پھر اپنی

پیالی لاتی ۔

حضور نمازِ ظہر یا اکثر نمازِ عصر کے بعد تھوڑی دیر کے لئے زیر تعمیر نئے قصرِ خلافت چلے جاتے اور عمارت کی تعمیر کا معائنہ فرماتے ۔ ہدایات وغیرہ دیتے ۔ ایک روز قصرِ خلافت کے صحن میں لگے ہوئے ایک درخت کی چھوٹی سی ٹہنی ہاتھ میں پکڑے کمرے میں آئے ۔ اس پر سبز رنگ کے چھوٹے چھوٹے بیج کالی مرچ کی شکل اور سائز کے لگے ہوئے تھے ۔ فرمانے لگے یہ کالی مرچ سے ملتے ہیں ۔ میں نے چکھنے کے لئے فوراً ایک دانہ منہ میں ڈال لیا کہ دیکھوں ذائقہ بھی کالی مرچ جیسا ہے یا نہیں ۔ آپ بہت گھبرائے اور بغیر علم کے ہر چیز کو یوں منہ میں ڈالنے سے منع فرمایا ۔

انسانی نفسیات کو آپ کتنا سمجھتے اور اس کا کتنا احساس فرماتے تھے اس کا اندازہ آپ کی اس بات سے ہو سکتا ہے ۔ ایک روز ناشتے پر جب میں آپ کے لئے چائے بنا رہی تھی آپ نے مجھ سے فرمایا " ہر عورت کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے خاوند کی زندگی میں مرے " میں نے جب آپ کی یہ بات سنی تو آپ کو دیکھا اور خاموش رہی اور چائے بناتی رہی ۔ آپ نے بھی خاموشی سے مجھے دیکھا اور مزید کچھ نہ فرمایا ۔ میں اُس وقت ان کی یہ بات سن کر ڈر گئی ۔ کیونکہ شادی سے چند روز قبل میرے دل میں بھی یہ خواہش پیدا ہوئی تھی ۔ لیکن ساتھ ہی میرے دل و دماغ میں حضور کی اس کیفیت کا نقشہ آیا ۔ جو حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی وفات پر آپ کی تھی ۔ جب میرے تصوّر میں آپ کی وہ حالت آئی تو مجھ سے برداشت نہ ہوا ۔ کہ ایک مرتبہ پھر آپ اسی کرب میں سے گزریں ۔ اس لئے میں نے سوچا کہ اچھا میں یہ تکلیف برداشت کر لوں گی ۔ لیکن اللہ تعالیٰ پھر مجھے بھی جلد

ہی بلا لے ۔ آپ کی اس بات سے میرے ذہن میں اپنی ساری سوچ گھوم گئی ۔ اور میں
ان سے کچھ نہ کہہ سکی ۔

آپ میں تحمل اور برداشت بہت تھی ۔ میری نادانیوں کو بھی محبت سے برداشت
کرتے ایک روز مجھ سے کہا :۔

" بعض دفعہ تم بالکل بچوں جیسی حرکت کرتی ہو "

اور ایک دفعہ یہ کہا ۔ " بعض دفعہ تم بالکل دس سال کے بچے جیسی حرکت کرتی ہو "
لیکن ساتھ ہی ہنس کر یہ کہہ دیتے :۔

BUT I ENJOY IT اور میں مطمئن رہتی ۔

اللہ تعالیٰ کی ذات پر متقیٔ کامل کی طرح بے پناہ توکل تھا ۔ آپ نے فرمایا :۔

" میں نے زندگی میں کبھی کسی انسان سے کچھ نہیں مانگا "

توکل علی اللہ کی اس بے مثال دولت سے مجھے بھی حصّہ دے گئے ۔

ایک مرتبہ جب ہم پہلی مرتبہ اسلام آباد گئے تو مجھے ایک چیز کی ضرورت پیش
آئی ۔ میں نے آپ سے اسے منگوانے کے لئے کہا ۔ آپ نے اسے منگوانے کے لئے
ہدایات دیں ۔ لیکن مطلوبہ چیز مل نہیں رہی تھی ۔ آپ نے مجھ سے ذکر نہ کیا اور کوشش
کرواتے رہے ۔ اسی روز شام یا شاید اگلے روز وہ چیز " تحفۃً " کوئی لے آیا ۔

آپ نے میرے بھائی سے اس واقعہ کا ذکر کیا اور پھر بڑی سنجیدگی سے فرمایا :۔

" خُدا اسے کبھی تنگی نہیں دے گا اور اس کی سب ضرورتیں خود پُوری کرے گا "

اور یہ حقیقت ہے کہ میں نے دن رات لمحہ بہ لمحہ اس بات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ۔ اور
محسوس کیا ہے کہ خدا تعالیٰ خود میری ساری ضرورتیں پوری کرتا چلا جاتا ہے ۔ ایسے اوقات میں

مجھے اللہ تعالیٰ کے احسانوں کے شکر کے ساتھ ان کی محبت بھری یاد بھی ضرور آتی ہے اور نظروں میں آپ کا وہ چہرہ آجاتا ہے۔ مجھے یاد ہے یہ بات کہتے ہوئے آپ کا لہجہ اور چہرے کا تاثر بالکل بدل گیا تھا۔ بیت الفضل اسلام آباد کے ٹی۔وی لاؤنج میں بیٹھے ہوئے آپ نے یہ بات ارشاد فرمائی۔

میری چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کا بھی بہت احساس فرماتے اور اس طرح خاموشی سے خیال رکھتے کہ بہت سی باتوں کا تو مجھے بعد میں پتا چلا۔ ایک روز رات کو آپ نے مجھے سیبوں کا بنا ہوا جوس پینے کے لئے دیا۔ مجھے وہ بہت اچھا لگا۔ اگلے روز سے خود ہی کہہ کر میرے لئے کمرے میں جوس پینے کے لئے برتن رکھوانے شروع کر دیئے سب سے زیادہ حیرت تو مجھے اس وقت ہوتی جب آپ بیمار تھے۔ کمرے میں اور کوئی نہ ہوتا پھر بھی اگر میں نے کسی چیز پر پسند کا اظہار کیا ہوتا تو وہ میرے لئے موجود ہوتی۔ مجھے پتہ بھی نہ چلتا کہ آپ کب کسی آنے والے سے اس کا کہہ دیتے۔

آپ کے لئے باہر سے کچھ کھانے کی اشیاء آئیں۔ میں نے اس خیال سے پہلے انہیں چکھا کہ جو زیادہ اچھا ہو وہ آپ کو دوں۔ میں نے جائے پر آپ کو دیتے ہوئے کہا یہ بہت اچھا ہے۔ مجھے پتہ نہیں چلا آپ نے کب کس سے کہا کہ وہ اس SNACKS کو خاص طور پر میرے کمرے میں رکھ جائیں۔ پھر اپنی علالت میں بھی میری پسند کے پیش نظر خاموشی سے میرے لئے تربوز اور چینی کھانا منگوایا۔ اور اپنا یہ عالم تھا کہ بے انتہا قدر کرنے والی طبیعت میری تھوڑی خدمت کو بھی بہت سمجھتے۔ ایک عزیزہ سے فرمایا۔ ”انہوں نے ایک رات میں میری ایک سال جتنی خدمت کی ہے۔“ مجھ سے فرمایا ”یہ چھوٹے چھوٹے ہاتھ میرا اتنا کام کرتے ہیں۔ ان دنوں میں میرے

کھانے کے لئے خاص تاکید کی اور فرمایا" یہ کہیں بیمار نہ پڑ جائیں ۔ ان کے کھانے کا خاص خیال رکھنا ۔"

مئی ۱۹۸۲ء کے شروع میں آپ پیچش سے بیمار ہوگئے ۔ ساتھ ہی بخار بھی تھا ۔ گرمیوں کے دن تھے لیکن رات کو کمرہ ٹھنڈا ہونے کے باعث آپ اپنا گرم دھسہ استعمال فرماتے تھے ۔ مجھے آپ نے ایک ہلکا خوبصورت کمبل اوڑھنے کے لئے دیا ۔ جب آپ کو بخار ہوا تو آپ کو سردی محسوس ہوئی ۔ میں نے اپنا کمبل آپ کو دے دیا اور آپ کی چادر خود لے لی ۔ آپ نے چند دن استعمال فرمایا اور آپ کو وہ بہت پسند آیا اور فرمایا " یہ بہت اچھا ہے " میں نے آپ کی پسند کے پیش نظر کہا کہ آپ یہی استعمال کر لیا کریں ۔ فرمایا ۔ ٹھیک ہے اور تم میرا دھسہ لے لو ۔ پھر خیال آیا کہ کہیں مجھے اس میں ٹھنڈ نہ لگے ۔ ایک نسبتاً موٹی دلائی مجھے لا کر دیتے ہوئے فرمایا " اگر سردی لگے تو یہ لے لینا " شاید میں اصل روح اس واقعہ کی بیان نہ کر سکوں لیکن آپ جس طرح فکر سے میرے لئے دلائی وغیرہ کا بندوبست کر رہے تھے اسے میں ہی محسوس کر سکتی ہوں ۔

دلائی کے ذکر میں ہی آپ کی حساسیت کا ایک اور واقعہ یاد آیا ۔

اسلام آباد میں ایک روز میں نے بغیر کسی مقصد کے ویسے ہی اپنی دلائی کے بارہ میں کہہ دیا کہ " یہ بالکل چوکور ہے " آپ نے سمجھا شاید مجھے پسند نہیں آئی ۔ فرمایا " تم میری دلائی لے لو اور یہ مجھے دے دو " میں شرمندہ ہوگئی اور کہا " نہیں " آپ نے پھر فرمایا ۔ کہ بدل لو لیکن میں نے آپ کی دلائی نہ لی ۔

آپ کمرے میں ڈاک دیکھ رہے ہوتے تو میں پاس بیٹھ جاتی اور کئی بار ایسا کرتی

کہ آپ جو فائل دیکھ چکے ہوتے اسے اس کے لفافے میں ڈالتی جاتی اور نئی فائل نکال کر آپ کے لئے تیار رکھتی۔ آپ بھی اپنا کام کرتے رہتے اور میری دلچسپی کا سامان بھی رہتا۔ ایک روز آپ ڈاک دیکھ رہے تھے کسی بچی کا نام رکھنے کی درخواست تھی۔ مجھ سے فرمایا۔ اس کا نام تم تجویز کردو۔ میں نے "قانتہ" کہا آپ نے وہی تحریر کر دیا۔

ایک روز ڈاک دیکھتے ہُوئے ایک بچی کا نام آپ نے لکھا۔ غالباً "فاخرہ" تھا میں نے غور سے پوری عبارت پڑھی تو پیدا ہونے والی بچی کی بڑی بہن کا بھی وہی نام لکھا ہوا تھا۔ میں نے کہا آپ نے اس کی بہن کا نام ہی دوبارہ رکھ دیا۔ پھر آپ نے وہ نام تبدیل کر دیا۔

اپنا کام پورے انہماک سے کرتے اور کام کے دوران مجھے بات کرنے سے منع کیا ہوا تھا۔ کئی مرتبہ مجھ سے فرمایا۔ جب میں کام کر رہا ہوتا ہوں تو تم مجھے بالکل یاد نہیں آتیں۔ میں یہ بات سُن کر کچھ نہ کہتی۔ ایک روز مجھ سے یہی بات کہہ کر فرمایا۔ لیکن جب کلرک میرے سامنے سے ایک فائل اُٹھا کر دوسری فائل رکھتا ہے تو اس دوران جو وقفہ ہوتا ہے اس میں میں تمہیں یاد کر لیتا ہوں۔

جامعہ کے ۲ طالبعلموں نے (غالباً غیر ملکی تھے اور تعلیم مکمل کرنے کے بعد واپس جا رہے تھے) اپنے ۲ جائے نماز حضور کو بغرض دعا دیئے۔ آپ انہیں کمرے میں لائے اور مجھ سے فرمایا کہ انہیں بچھا دینا (تاکہ ان پر نماز ادا کر سکیں) اور فرمایا تم بھی ان پر ۲ نفل پڑھ کر دُعا کر دینا۔ حضور کا مجھے دُعا کے لئے کہنا عجیب لگا۔ لیکن میں خاموش رہی اور ان کی بات پر عمل کیا۔ آپ نے ان دونوں جاء نمازوں

پر نماز ادا فرمائی۔ میں نے انہیں اُوپر نیچے بچھانے کی بجائے اس طرح بچھایا کہ ان کا کچھ حصہ درمیان میں OVERLAP کر رہا تھا اور باقی حصہ علیحدہ تھا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ ظاہراً بھی حضور کا وجود مبارک دونوں جاء نمازوں پر آجائے۔ میرا اپنا خیال تھا۔ ویسے حضور نے بھی میرے اس طرح بچھانے پر کچھ نہ فرمایا۔

آپ نے ہمیشہ مسکرانے کا سبق دیا اور اپنی ساری عمر حتّٰی کہ زندگی کے آخری لمحات بھی مسکراتے ہوئے گزارے۔ آخری علالت میں سارا وقت خود بھی مسکراتے رہے اور دوسروں کو بھی مسکرانے کا درس دیتے رہے۔ ایک روز میں پاس بیٹھی بازو دبا رہی تھی۔ میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں سمجھی تھی کہ آپ سو رہے ہیں۔ اتنے میں آپ نے آنکھیں کھولیں۔ میری طرف دیکھا تو مسکراتے ہوئے فرمانے لگے" تمہاری آنکھوں میں آنسو کیوں ہیں۔ میری طرف دیکھو میں کیسے مسکرا رہا ہوں۔ اگر تم روئی تو باہر جو بیٹھے ہیں انہیں کون تسلی دے گا۔" تین چار مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ" اس بیماری کے شروع دنوں میں مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ کسی بھی لمحہ میری وفات ہو سکتی ہے لیکن میں مسکراتا رہا" اتنا عظیم حوصلہ تھا، اتنی زبردست قوت برداشت تھی کہ باوجود اس کے کہ طبّی طور پر ان کی علالت کی شدّت کو جانتی تھی، میں بھی یہ دھوکہ کھا جاتی تھی کہ جیسے انہیں کوئی تکلیف ہی نہیں۔ باہر سے جو ڈاکٹر تشریف لائے انہوں نے بھی یہی کہا کہ میں نے ایسا عظیم حوصلے والا انسان نہیں دیکھا۔ بیماری کی حالت میں بھی انہیں یہ پسند نہ تھا کہ وہ افسردہ چہرہ کے

ساتھ دوسروں سے ملیں ۔ چنانچہ جب بھی ڈاکٹرز نے انہیں دیکھنے کے لئے آنا ہوتا تو اُن کے آنے سے پہلے آپ بال درست کرواتے اور خوشبو وغیرہ لگواتے اور پھر انتہائی بشاشت اور حوصلے کے ساتھ اُن سے باتیں فرماتے ۔

ہم اگر ذرا سا بھی بیمار پڑ جائیں تو یہی محسوس کرتے ہیں جیسے ساری دُنیا سے زیادہ ہم ہی تکلیف میں ہیں ۔ لیکن حضور میں یہ بات نہ تھی ۔ آپ کو اپنی شدید بیماری میں بھی دوسروں کا زیادہ خیال رہتا ۔ اِس بیماری کے دوران بھی آپ بار بار گھر والوں سے میرے متعلق فرماتے کہ ان کے کھانے کا خیال رکھو اور یہ کہ یہ رات بھر جاگتی ہیں اِس لئے دن کے وقت اِنہیں سلا دو ۔ اتنا زیادہ خیال فرماتے کہ میں اکثر شرمندہ ہو جاتی اور پھر آخری دوپہر کو کھانے کے وقت مجھ سے فرمانے لگے کہ "تمہیں نیند کی دوائی دے کر اگلے چوبیس گھنٹوں کے لئے سُلا دینا چاہیئے ۔" اور اِس سے قریباً ۱۲ گھنٹے بعد آپ کی وفات ہوگئی ۔

اس مردِ آہن نے اپنی ذات کو جماعت کے مفاد کے لئے بالکل پسِ پُشت ڈال دیا تھا ۔ اپنا ہر غم بھُول کر ہمیشہ افرادِ جماعت کا حوصلہ اور ہمّت بندھائی ۔ مصائب میں خود مسکرا کر انہیں مسکرانا سکھا دیا ۔ فرماتے تھے جب حضرت مصلح موعود (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) کی وفات ہوئی اُس وقت افرادِ جماعت کی کمر صدمے سے ٹوٹی ہوئی تھی ۔ اُس وقت میں نے انہیں دلاسہ دینا تھا ۔ چنانچہ میں ایک ایک احمدی کا خط خود اپنے ہاتھ سے کھولتا، پڑھتا اور پھر اُسے تسلّی کا جواب دیتا ۔

پھر ۱۹۷۴ء کا صبر آزما دَور آیا ۔ افرادِ جماعت اپنی جانوں کے نذرانے

پیش کر کے، اپنے مال و اسباب لُٹا کر تہی دست ہو کر یہاں پہنچتے اور آپ اپنے سب غموں کو دل میں چھُپا کر مسکراتے ہوئے چہرہ کے ساتھ انہیں ملتے اور اُن کے چہروں پر بھی مسکراہٹیں بکھیر دیتے۔ سوچتی ہوں وہ تو کسی دوسرے انسان کا معمولی سا دُکھ بھی برداشت نہ کر سکتے تھے وہ کیسے اپنی پیاری جماعت کو پہنچائے جانے والے اِس عظیم دُکھ کو برداشت کرتے ہوں گے۔ ایک دفعہ میں کسی معمولی سی بات پر رو پڑی۔ جب آپ نے میری آنکھوں میں آنسو دیکھے تو شدید کرب آپ کے چہرے پر آگیا اور فرمانے لگے "میں نے تمہیں دکھ دیا میں بہت بُرا انسان ہوں۔" آپ کے چہرے کا کرب دیکھ کر اور آپ کی بات سُن کر میں گھبرا گئی اور پھر آپ کا دُکھ میری برداشت سے باہر ہونے لگا۔ آج بھی سوچتی ہوں تو تکلیف ہوتی ہے۔

پھر حضرت نواب منصورہ بیگم صاحبہ نوّر اللہ مرقدھا کی وفات پر جس عظیم حوصلے اور برداشت کا آپ نے ثبوت دیا وہ ایک عام انسان کے بس کی بات نہ تھی۔ اُس وقت جماعت دو طرح سے دُکھ محسوس کر رہی تھی۔ ایک تو اُن کی وفات کا اور دوسرا اِس بات پر ہر احمدی کا دل تڑپ رہا تھا کہ ہمارے محبوب امام اس وقت تکلیف میں ہیں۔ لیکن جب آپ اُسی روز نمازِ جمعہ پڑھانے کے لئے مسجد میں تشریف لائے اور کمال صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے خطبہ ارشاد فرمایا تو ٹوٹے ہوئے دلوں کو سہارا مل گیا اور خدا کی رضا پر راضی ہونے کا حوصلہ۔ میں نے جب اس بات کا ذکر آپ سے کیا تو آپ فرمانے لگے کہ ہاں اگر میں اُس وقت جماعت کو سہارا نہ دیتا تو اور کون دیتا۔ انہوں نے جماعت کی ہمّت بندھانے

کے لئے اپنے دُکھ کو بھلا دیا۔ اور جماعت نے بھی اپنے امام سے ایسا پیار کیا جس کی مثال آج کی دُنیا میں تو نہیں ملتی، ہاں البتہ صحابہؓ کے زمانہ کی یاد ضرور تازہ کر دیتی ہے۔ برطانیہ کے ڈاکٹر ماہر امراضِ قلب DR. JANKINS نے جو حضور کے علاج کے لئے لندن سے تشریف لائے تھے واپسی پر مرزا فرید احمد صاحب سے فرمایا:۔

"میں نے اتنے CONCERNED لوگ کبھی نہیں دیکھے۔ جب میں اُن کو (حضور کو) دیکھ کر نکلتا تھا تو جماعت کے لوگوں کی آنکھوں میں میرے لئے بہت پیار ہوتا تھا۔ صرف اس لئے تاکہ میں اُن کے امام کا علاج کر رہا ہوں۔"

ایک مرتبہ جمعہ کی نماز پڑھانے کے بعد حضور جب گھر واپس تشریف لائے تو مجھ سے خطبہ کے متعلق میرے تاثرات پوچھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور نے خطبہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی جو تشریح فرمائی ہے وہ مجھے بہت اچھی لگی ہے۔ حضور کے ارشاد کا مفہوم یہ تھا کہ ہر شخص کو خدا تعالیٰ نے مختلف استعدادیں مختلف حد تک دی ہیں۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام استعدادیں سب انسانوں سے بڑھ کر دی گئیں اور انہوں نے اپنی ان تمام استعدادوں کی نشوو نما کو اپنی انتہا تک پہنچایا۔ پس اُسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کا یہی مطلب ہے کہ ہر انسان کو جو روحانی، جسمانی، اخلاقی اور طبعی استعدادیں عطا کی گئی ہیں وہ انہیں اُن کے نقطۂ کمال تک پہنچائے۔

حضور کی زندگی اور شخصیت پر اگر حضور کے مندرجہ بالا ارشاد کی روشنی

میں نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ حضور نے اپنی ہر استعداد کو خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ انتہا تک پہنچایا۔ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اس حد تک عمل فرمایا کہ آپ کے جسم اور رُوح قول اور فعل کا ذرّہ ذرّہ اور آپ کی زندگی کا ہر ہر لمحہ اس بات پر گواہی دیتا ہے کہ آپ نے اپنی تمام عمر خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کی پیروی کرتے ہوئے گزاری۔

میں سچ کہتی ہوں کہ چوبیس گھنٹوں میں سے حضور کے ساتھ گزارا ہوا ایک ایک لمحہ اس بات کی گواہی دیتا تھا کہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ خدا اور اس کے رسولؐ کے حکم کے مطابق گزر رہا ہے۔

ایک عام انسان کے اہل خانہ سے مراد تو وہی افراد کئے جاتے ہیں جن سے اُن کا جسمانی رشتہ ہوتا ہے لیکن خلیفۂ وقت کے اہل خانہ میں اُس کی روحانی اولاد بھی شامل ہوتی ہے۔ افرادِ جماعت کے ساتھ حضور کو جو بے انتہا محبت اور پیار تھا۔ اس کا ایک وافر حصہ تو میں نے بھی شادی سے پہلے حاصل کیا ہوا تھا۔ لیکن اس کی اصل کیفیت کا اندازہ مجھے شادی کے بعد ہی ہوا۔ اور اس محبت اور پیار کا مکمل اظہار کرنے سے میرا قلم قاصر ہے اور اظہار کرنے کی چنداں ضرورت بھی نہیں کیونکہ ہر مخلص فردِ جماعت کا دل خود ہی اس بات کو جانتا ہے کہ حضور نے اُس سے کس قدر محبت فرمائی۔

افرادِ جماعت کو جو دلی محبت اور پیار حضور سے تھا۔ آپ کو اس کا گہرا احساس تھا اور اس احساس سے لذت بھی محسوس فرماتے تھے۔ بارہا مجھ سے

فرمایا" جماعت مجھ سے بہت پیار کرتی ہے۔"

۳۱ مئی کو جب اچانک حضور کی طبیعت بہت زیادہ ناساز ہو گئی تو اُس وقت بھی جبکہ کمزوری اور سانس کی شدید تکلیف کے باعث بات کرنا بھی دشوار تھا۔ حضور نے فرمایا" الفضل میں میری صحت کے متعلق ایک بلیٹن شائع کروا دو۔ جماعت کو صحیح صورتِ حال سے آگاہ کر دو۔ لیکن EXAGRATION نہ ہو۔ اتنا پیار کرنے والی میری جماعت ہے۔"

اس وقت انہیں اس بات کی پرواہ نہ تھی کہ فلاں رشتہ دار کو خبر کر دیا فلاں دوست کو۔ بلکہ خیال تھا تو صرف اپنی پیار کرنے والی جماعت کا۔

سوچتی ہوں جماعت کو جو بے انتہا پیار حضور سے تھا اور ہے اس کے اظہار کا ایک طریق تو یہ ہے کہ وہ آپ کا ذکر محبّت و پیار سے کرتی رہے لیکن دوسرا طریق جو کہ اصلی اور حقیقی طریق ہے وہ یہی ہے کہ جماعت اُن تمام خواہشات اور امیدوں کو پُورا کرے جو حضور کو اُن سے وابستہ تھیں

آخری علالت اور وفات

۲۳ مئی ۱۹۸۲ء کی صبح ہم اسلام آباد روانہ ہوئے۔ حضور کا ارادہ وہاں چند دن قیام فرما کر اپنے بیرونی سفر کی تیاری کرنا تھا جس میں بیت البشارت سپین کا افتتاح بھی شامل تھا، ربوہ سے روانگی سے قبل حضور بہت زیادہ مصروف رہے اور اپنا زیادہ تر وقت دفتری کام میں گزارا۔ آپ نے یہ فقرہ مجھ سے کئی بار فرمایا:

کہ" مَیں اپنا کام WIND UP کر کے جانا چاہتا ہوں"۔

اس سفر کے دوران جب ہم جہلم کے قریب پہنچے تو حضور نے مجھ سے فرمایا:

"آج میں پہلی بار سفر میں تھک گیا ہوں۔"

حضور کو DIABETES (ذیابیطس) کی تکلیف ۱۹۶۷ء سے تھی۔ اور آپ اس کے لئے باقاعدگی سے گولی DIABENESE کا استعمال فرماتے اور ہومیوپیتھک دوا بھی استعمال فرماتے تھے۔ میں نے دیکھا تھا کہ حضور کے پاؤں اکثر متورم ہو جاتے تھے۔ میں نے نشان دہی کی تو فرمایا:

"میں دفتر میں چونکہ زیادہ دیر بیٹھ کر کام کرتا ہوں اس لئے پاؤں سوج جاتے ہیں۔"

بعض دفعہ حضور کو سینے میں جلن کی تکلیف بھی محسوس ہوتی جسے آپ معدے کی جلن خیال فرماتے۔ کبھی کبھی آپ کی نبض بھی تیز ہو جاتی۔

۲۶ مئی کی شام حضور نیچے مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھانے گئے (آپ کا قیام اسلام آباد میں بیت الفضل کی بالائی منزل پر ہوتا تھا)۔

تھوڑی دیر بعد میں کسی کام سے کمرے سے باہر جانے لگی اور دروازہ کھولا تو عین اسی وقت حضور کو اپنے سامنے پایا۔ ایک دم انہیں غیر متوقع طور پر سامنے پا کر میں ایک لمحے کے لئے ڈری کیونکہ حضور معمول سے ذرا جلد واپس تشریف لے آئے تھے۔ میں نے کہا کہ آپ نے مجھے ڈرا ہی دیا۔ لیکن جب میں نے حضور کا چہرہ دیکھا تو وہ بدلا ہوا تھا اور اس پر تکلیف کو سختی سے جذب کرنے والے تاثرات تھے۔ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے ذرا گھبراہٹ سے مجھے فرمایا کہ نماز پڑھاتے پڑھاتے میری طبیعت اچانک خراب ہو گئی میری ٹانگیں بُری طرح کانپنے لگیں۔ آخری رکعت میں نے بیٹھ کر صرف اپنی اقوتِ ارادی (WILL

POWER کے ذریعے ادا کی اور اب اوپر بھی صرف قوتِ ارادی سے ہی سیڑھیاں چڑھ آیا ہوں۔ مَیں نے پگڑی اور سوٹی پکڑ کر رکھ لی اور اچکن اتروا کر ان سے کہا کہ آپ فوراً لیٹ جائیں۔ پھر مَیں نے پوچھا کہ آپ کا بلڈ پریشر چیک کر لوں۔ فرمانے لگے ہاں! بازو پسینے سے تر اور تھے اور قمیض اس سے بالکل تر تھی۔ بلڈ پریشر اس وقت معمول سے بہت زیادہ تھا غالباً ۱۹۰/۱۲۰ تھا۔ عام طور پر حضور کا ۱۲۰/۸۰ ہوتا تھا۔ اور نبض کی رفتار تیز تھی۔ ڈاکٹر نوری آئے تو انہوں نے ای۔سی۔جی لینا چاہا۔ پہلے تو آپ نے انکار کر دیا۔ فرمانے لگے:

"مجھے پتہ ہے میرا دل بالکل صحیح ہے۔"

دراصل مَیں نے دیکھا تھا کہ حضور کی طبیعت یہ بات قبول کرنے کے لئے بالکل تیار نہ تھی کہ ان کے دل کو کوئی تکلیف ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب انہیں دل کی تکلیف ہوئی تو میرا دل بالکل نہیں چاہ رہا تھا کہ مَیں حضور کو یہ بتا دوں۔ میرا خیال تھا کہ آپ یہ برداشت نہیں کر سکیں گے۔ مگر میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب آپ کو ڈاکٹر نے صاف صاف سب کچھ بتا دیا تو آپ نے کمال حوصلے کے ساتھ بغیر کسی گھبراہٹ کا اظہار کئے اسے قبول کر لیا۔ چنانچہ اس دن آپ نے پہلے تو ای۔سی۔جی کروانے میں تأمّل کیا۔ لیکن پھر فرمانے لگے۔ اچھا تم لوگ چاہتے ہو تو کروا لیتا ہوں تاکہ تم اپنا شک دُور کر لو۔ چنانچہ ڈاکٹر نوری صاحب نے ای۔سی۔جی لیا۔ لیکن اس پر کوئی خاص بات نظر نہ آئی۔

کچھ دیر آرام کرنے سے اور کھانا کھانے کے بعد (جو کہ اس وقت حضور نے اپنے کمرے میں ہی کھایا) طبیعت میں بہتری محسوس کی۔ اس روز دوپہر کا کھانا حضور نے معمول سے کم کھایا تھا۔ اور شام کی چائے پر SNACKS بھی کم لئے تھے۔ اس لئے

یہی سمجھے کہ خون میں شکر کا لیول (LEVEL) کم ہونے کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔
اگلے تین چار روز میں حضور کی طبیعت پوری طرح ٹھیک نہ ہوئی اور مجھ سے فرمانے لگے کہ
میں محسوس کر رہا ہوں کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہو رہی اسی لئے اس شام (۲۶ مئی)
کے بعد حضور نیچے نماز پڑھانے کے لئے بھی نہ جا سکے۔ اس دوران حضور کو ہلکا ہلکا بخار
بھی ہوتا رہا۔ اور کھانسی کی تکلیف بھی رہی۔ غالباً حضور کو دل کا حملہ ۲۶ مئی کی شام کو
ہی ہوا تھا۔ لیکن فوری طور پر ای۔ سی۔ جی میں علامت نظر نہ آنے کی وجہ سے پہلے اس
کا علم نہ ہوا۔ (بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ای۔ سی۔ جی میں فوری طور پر تبدیلی رونما
نہیں ہوتی۔ اس لئے بار بار ای۔ سی۔ جی کرنے کی ضرورت ہوتی ہے)

۲۹ مئی کو ہمارا نتھیا گلی جانے کا پروگرام تھا۔ حضور چونکہ کمزوری محسوس کر رہے
تھے اس لئے پروگرام ملتوی کر دیا۔

۳۰ مئی کی شام مجھ سے فرمایا۔ آج میرا دل بہت اداس ہے۔

۳۱ مئی بروز پیر۔ صبح میری آنکھ جلد کھل گئی۔ حضور کو کھانسی زیادہ آ رہی تھی
میں نے ہاتھ لگا کر دیکھا تو ہلکا ہلکا بخار بھی تھا۔ میں نے کہا آپ کا گلا خراب ہے۔
آج ڈاکٹر کو ضرور دکھائیں۔ فرمایا۔ "آپ اپنی تشخیص رہنے دیں اور چپ کر کے
سو جائیں"۔ مجھے نیند نہیں آ رہی تھی اور کچھ خط لکھنے والے تھے وہ لکھتی رہی۔ پھر
صبح ناشتے کا وقت ہوا تو آپ کھانے کی میز پر ہی ناشتہ کرنے گئے اور معمول کے مطابق
ناشتہ کیا۔ سب سے باتیں بھی کرتے رہے۔ ناشتے کے بعد کمرے میں واپس آئے۔
الفضل اور کچھ خطوط دیکھے۔ تھوڑی دیر کے لئے لیٹ گئے، تھکاوٹ محسوس کر رہے
تھے۔ میں نے جو خط اپنے بہن بھائیوں کو لکھے ہوئے تھے وہ سنائے۔ ان کی صحت

کے متعلق مَیں نے اپنے بھائی ڈاکٹر حمید کو لکھا تھا کہ ان کی طبیعت شوگر لیول زیادہ گر جانے کی وجہ سے خراب ہو گئی تھی۔ فرمایا "زیادہ" کا لفظ کاٹ دو اس سے غلطی کا امکان ہے پھر فرمانے لگے کہ اچھا مَیں دفتر جانے کے لئے تیار ہو جاؤں۔ چنانچہ آپ غسلخانے میں تشریف لے گئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد آپ نے گھبرائی ہوئی آواز میں مجھے بلایا۔ مَیں غسلخانے کی طرف جلدی سے گئی۔ آپ کمرے میں آگئے اپنے سلیپر بھی نہ پہنے اور مجھ سے فرمانے لگے کہ مجھ سے سانس نہیں لیا جا رہا۔ سینے پہ ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یوں لگتا ہے سانس یہاں تک آتا ہے اور آگے نہیں جاتا۔ مَیں نے انہیں جلدی سے بستر پر لیٹنے کو کہا۔ تھوڑی دیر لیٹ کر آپ نے فرمایا کہ میرا سینہ سٹیتھوسکوپ سے دیکھو۔ جب میں نے اُن کے سینے کو STETHOSCOPE کے ذریعہ سُنا تو سینے کا تقریباً ۲/۳ حصہ WET تھا۔ مَیں جلدی سے باہر گئی اور ڈاکٹر نوری صاحب کو بلوانے کے لئے کہا۔ اس وقت آپ کو سانس لینے میں سخت دقت تھی اور بات بھی بمشکل کر رہے تھے۔ حضور کی طبیعت اس وقت بہت ناساز تھی۔ آپ CARDIAC FAILURE میں تھے۔

ڈاکٹر صاحب نے ای۔سی۔جی کرنے کے بعد دل کی اس حالت کا علاج شروع کر دیا اس وقت میرے دل پر کیا گزر رہی تھی۔ یہ سب میرے بیان سے باہر ہے۔ آرام کی غرض سے آپ کو سکون آور دوا دینا بھی ضروری تھا۔ اس لئے آپ کو پیتھیڈین PATHEDINE کا ٹیکہ لگایا گیا۔

شام کو حضور نے فرمایا :۔

"میری صحت کے متعلق الفضل میں ایک بلیٹن شائع کروادو۔

جماعت کو صحیح صورت حال سے آگاہ کر دو لیکن EXAGERATION

(مبالغہ) نہ ہو۔ اتنا پیار کرنے والی میری جماعت ہے۔"

رات بھر حضور کی طبیعت بہت ناساز رہی۔ چونکہ پیشاب آور دوا بھی دی ہوئی تھی اس لئے بار بار پیشاب آنے اور کھانسی آنے سے حضور کی آنکھ کھلتی رہی۔

اگلے روز شام کو کراچی سے دل کے امراض کے ماہر جنرل شوکت صاحب تشریف لائے۔ ان کے ساتھ راولپنڈی کے ہی ایک اور ڈاکٹر اور ڈاکٹر نوری بھی تھے۔ اگرچہ اس وقت بھی حضور کو بات کرنے میں بہت دشواری تھی۔ لیکن آپ پورے حوصلے اور قوت کے ساتھ کوشش کر کے ان سے بات چیت کرتے رہے اور اپنی کیفیت انہیں بتائی۔ باتوں کے دوران آپ نے ان سے فرمایا کہ آپ تدبیر کو انتہا تک پہنچائیں اور ہم دُعا کو۔ آگے پھر خُدا کی مرضی۔ شروع کے تین چار دن تو طبیعت حد سے زیادہ ناساز تھی۔ اور زیادہ تر وقت نیند آور دوا کا اثر رہتا تھا۔

جنرل شوکت صاحب نے حضور کو CATHETERISE کرنے کا مشورہ بھی دیا۔ کیونکہ حضور کو پیشاب آور دوا دی جا رہی تھی اور بار بار پیشاب کی حاجت ہوتی تھی جنرل محمود الحسن صاحب نے حضور کو CATHETERISE کیا اور اس دوران ایک معمولی سا اپریشن نما عمل MEAOTOMY بھی کیا۔ حضور کو اس سے کافی تکلیف ہوئی اور بعد میں مجھ سے رنج کا اظہار بھی فرمایا۔ کہ آپ سے پوچھے بغیر یہ عمل کیوں کیا گیا۔ اور فرمایا۔

"اب یہ معاملہ خدا نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔"

بیماری کے شروع کے تین چار دن طبیعت ناساز تھی۔ نیند آور دوا دی ہوئی تھی لیکن مَیں نے دیکھا کہ جب آپ بظاہر سو بھی رہے ہوتے تو آپ کے ہونٹ اس طرح سے ہلتے تھے جیسے باتیں کر رہے ہوں۔ کبھی کبھی کوئی فقرہ یا لفظ اُونچی آواز میں بھی کہہ

دیتے ۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت گھبراہٹ ہوتی کہ آپ آرام نہیں کر رہے اور غنودگی کی حالت
میں بھی کاموں کا بوجھ لے رہے ہیں ۔ آپ نے آخری روز دوپہر کو مجھ سے انہیں شروع
کے چار دنوں کے بارے میں فرمایا ۔ "میں نے اللہ تعالیٰ سے بہت باتیں کیں"۔

پہلے دن آپ کو DIGOXIN ، LASIX اور PETHEDINE دی گئیں ۔
تیسرے یا چوتھے دن LASIX ایک دن کے لئے بند کی گئی تو آپ کی سانس کی تکلیف
دوبارہ بڑھ گئی ۔ چنانچہ LASIX دوبارہ شروع کر دی گئی ANTIBIOTICS میں
سے پہلے AMPICLOX 500mg دی جاتی رہی اور پھر بعد میں NEGRAM
بھی دی گئی ۔ خون میں شکر ایک دم بہت زیادہ ہوگئی ۔ پہلے دن کی رپورٹ کے مطابق غالباً
400mg% سے بھی زیادہ تھی اس لئے INSULINE بھی دی جاتی رہی ۔ نیند کیلئے
بعد میں VALIUM 5 بھی دی گئی ۔ برطانیہ سے AT.VAN بھی دیتے رہے ۔
آئے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے HEPARINE (خون پتلا کرنے والی دوائی) بھی شروع
کروادی ۔ حضور کی عادت تھی کہ کبھی کوئی دوائی اس وقت تک استعمال نہ فرماتے جب تک
کہ اس کے متعلق پوری معلومات حاصل نہ کرلیں ۔ اس علالت میں آپ اتنی تفصیل سے تو
نہیں جان سکتے تھے لیکن پھر بھی کوشش فرماتے کہ انہیں ہر بات کا علم ہو ۔ چنانچہ مجھ سے
HEPARINE کے متعلق بھی پوچھا کہ یہ کس لئے استعمال کرتے ہیں ۔ اسی طرح ڈاکٹر شاہد
صاحب جو امریکہ سے تشریف لائے تھے انہوں نے بھی دل کا دوران خون بہتر کرنے کے
لئے ایک دوا استعمال کروائی تو آپ نے فرمایا کہ یہ پہلا موقعہ ہے کہ میں نے کوئی دوائی
بغیر اس کے متعلق علم حاصل کئے استعمال کی ہے ۔

عام دنوں میں مختلف دوائیاں حضور بطور FOOD SUPLIMENT لے لیا

کرتے تھے ۔ صبح ناشتے کے وقت سویا لیسیتھین ۱۲۰۰ ملی گرام، بی کمپلکس، وٹامن ای
۴۰۰ ملی گرام اور کیلشیم کے لئے BONE MEAL، ایک گولی وٹامن اے لیتے تھے۔
دوپہر کے کھانے کے ساتھ زنک ZINC سویا لیسیتھین اور GOUT کے لئے
ایک ایک گولی لیا کرتے تھے۔ رات کے وقت بھی صبح ناشتے والی دوائیں ماسوائے
بی کمپلکس کے اور وٹامن ای چار سو ملی گرام کی بجائے دو سو ملی گرام کیپسول لیا کرتے
تھے ۔ اس علالت کے دوران یہ سب دوائیں بند کردی گئیں ۔
دل کے دَورے کی وجہ سے نمک کا پرہیز تھا۔ گوشت میں صرف مچھلی اور
WHITE MEAT کی اجازت تھی اس لئے ان دنوں ایسی غذائیں دینا جو کہ غذائی ضروریات
کو بھی پُورا کرتی ہوں اور پرہیز کے تقاضوں کو بھی انتہائی مشکل امر تھا۔ دوسرا طبیعت
کی کمزوری اور نقاہت کی وجہ سے بھی حضور کی غذا ان دنوں بالکل ہی کم ہوگئی تھی ۔
حضور CHICKEN BROTH بالکل ہلکے نمک اور سیاہ مرچ کے ساتھ اور
ڈبل روٹی کے ایک دو ٹکڑے ساتھ لیتے وہ بھی پوری طرح نہ کھا سکتے ۔ دوسرا آپ کو
یخنیاں اور سُوپ بالکل پسند نہ تھے (ایک مرتبہ مجھے بتایا کہ مجھے صرف ٹماٹر کا سُوپ
پسند ہے ۔ چنانچہ اس سے بھی جلد طبیعت اکتا گئی ۔
پودینے کی چٹنی بغیر نمک اور مرچ کے کبھی کبھی سوپ میں ملا لیتے تاکہ ذائقہ کچھ
بہتر ہو۔ مچھلی بھی پسند تھی۔ طبیعت کچھ بہتر ہوئی تو فرمانے لگے ۔
" مجھے اپنے کھانے پینے کے متعلق خود ہدایات دینی ہونگی ۔
اور نئی ضروریات کے مطابق خود کھانے کی تفصیل بتانی پڑے گی"۔ صبح ناشتے پر دو
انڈے (ابلے ہوئے) اور دو ٹوسٹ لیتے تھے۔ لیکن کمزوری کے باعث وہ بھی

پوری طرح سے کھا نہ سکتے تھے۔ جوس میں سے حضور کو سیب، سنگترہ اور گریپ فروٹ کے جوس پسند تھے لیکن ان دنوں سنگترہ کے جوس سے گلے میں خراش محسوس کی اس لئے زیادہ سیب کا جوس ہی استعمال فرماتے رہے۔

شروع میں تو بدلے ہوئے معمول کے مطابق آپ کو کھانا پسند نہ آتا تھا لیکن آخری رات کا کھانا آپ نے بہت پسند فرمایا۔ اس رات کھانے میں مچھلی BEANS ابلی ہوئی مکئی کے دانے اور ترکاری، سوپ کے علاوہ تھے۔ حضور کھانے کی ظاہری شکل میں بھی خوبصورتی کو پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ اس رات جب کمرے میں کھانے کی ٹرالی آئی تو آپ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر فرمایا "ٹھہرو پہلے مجھے اسے ENJOY کرنے دو۔" فرمایا آج تم بھی میرے ساتھ کھانا کھاؤ اور وہ حضور کا آخری کھانا تھا جو ہم نے اکٹھے کھایا۔ ورنہ جب سے آپ بیمار ہوئے تھے میں پہلے آپ کو کھانا کھلاتی اور بعد میں خود کھاتی۔

پھلوں میں سے چیری کھانے کی ڈاکٹروں نے اجازت دی تھی۔ چنانچہ آخری روز دونوں کھانوں پر حضور نے چیری بھی کھائی۔ اس کے علاوہ بھاپ میں دم دے کر نرم کیا ہوا سیب بھی دوران علالت استعمال فرماتے رہے۔ کمزوری اتنی زیادہ تھی کہ تھوڑا سا کھانا کھانے سے ہی سخت تھکاوٹ ہو جاتی تھی۔ اور آپ فرماتے کہ بس مجھے واپس لٹا دو۔ لیکن بیماری کے دوران شدید کمزوری کے باوجود آپ اپنے ہاتھ سے ہی کھانا کھانا پسند فرماتے۔ بعض دفعہ آپ کا نقاہت سے ہاتھ کانپ رہا ہوتا تھا۔

ربوہ میں حضور دہی کا استعمال باقاعدگی سے دونوں کھانوں پر کیا کرتے تھے۔

لیکن اسلام آباد جاکر یہ عادت چھوٹ جاتی کیونکہ وہ دہی آپ کو پسند نہ آتا تھا۔ علالت کے دوران آپ کو GLOSSITIS کی شکایت بھی پیدا ہوگئی۔ مَیں نے ڈاکٹر مبشر صاحب کو بتایا تو انہوں نے کہا کہ دہی کھانے میں دیں لیکن میری پوری کوشش کے باوجود حضور وہ نہ لیتے۔ کیونکہ اس کا ذائقہ انہیں پسند نہ آتا تھا۔ بھینس کا خالص دودھ بھی منگوایا جاتا لیکن بات نہ بنتی۔

علالت کی دوسری رات ربوہ سے ڈاکٹر مبشر احمد صاحب بھی آگئے۔ اُسی شام جنرل شوکت صاحب کراچی سے تشریف لائے اور اگلے روز واپس چلے گئے۔ پھر ڈاکٹر لطیف احمد قریشی صاحب ربوہ سے، ڈاکٹر جینکنز JANKINS انگلستان سے اور ڈاکٹر شاہد صاحب امریکہ سے تشریف لائے۔ ڈاکٹروں کی اس ٹیم نے حضور کی اس علالت میں ان کی تیمارداری اور علاج کیا۔

ڈاکٹر جینکنز کا قیام غالباً تین روز تک رہا اور پھر وہ واپس چلے گئے۔ باقی تمام ڈاکٹرز آخر وقت تک وہیں رہے۔ ڈاکٹر جینکنز نے حضور سے ان کی بیماری کے متعلق تفصیل سے گفتگو کی اور انہیں بتایا کہ آپ کو بڑا سخت ہارٹ اٹیک (MAJOR HEART ATTACK) ہوا ہے۔ ابھی تک مجھ میں یہ حوصلہ نہ تھا کہ مَیں حضور کو صاف یہ بتا دیتی اور نہ ہی کسی اور ڈاکٹر نے حضور کو بتایا تھا۔ مجھے گھبراہٹ تھی کہ کہیں حضور اس بات کا طبیعت پر بہت زیادہ اثر نہ لیں۔ لیکن آپ نے کمال حوصلہ اور بشاشت کے ساتھ اسے قبول کیا اور بالکل کسی گھبراہٹ کا اظہار نہ فرمایا۔

حضور نے آخری چاکلیٹ TOBLE RONE کھایا۔ مَیں نے اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دیئے تھے۔ اس روز حضور کی خون میں شکر کی مقدار کافی کم ہوگئی

تھی اور ڈاکٹری ہدایت کے مطابق کچھ میٹھے کی ضرورت تھی - میں نے آپ کو چاکلیٹ دیا جو آپ نے شوق سے کھایا - اپنے ساتھ مجھے بھی کھلاتے رہے -

ربوہ کو حضور اس علالت میں برابر بہت یاد کرتے رہے - دو تین بار مجھ سے فرمایا - "ہم ربوہ کب جائیں گے"؟

آخری روز بھی ربوہ کو یاد فرماتے رہے اور پھر شکار کا ذکر بھی فرمایا -

آخری روز دوپہر کے کھانے کے وقت آپ نے مجھ سے کافی باتیں کیں - آپ کے چہرے کا تاثر اور لہجہ مجھے کبھی نہیں بھول سکتا - جب آپ نے مجھ سے یہ فرمایا کہ

"اس بیماری کے پہلے چار دن میں نے اللہ تعالیٰ سے بہت باتیں کیں"۔

پھر فرمایا :-

"دیکھو نا ۱۳، سال اس نے مجھ پر اتنے انعامات اور اتنے فضل کئے میں نے اس سے کہا کہ اگر اب تو مجھے بلانا چاہتا ہے تو میں راضی ہوں لیکن میں نے کچھ کام ایسے شروع کئے ہوئے ہیں جن کی تکمیل کے لئے مجھے دس پندرہ سال چاہئیں "۔

یہ بات سُن کر میرے دل میں سخت رنج پیدا ہوا - میں نے اپنے آپ کو روکنا تو بہت چاہا لیکن رہا نہ گیا - آخر میں نے کہا - "آپ کو میرا خیال نہیں آیا"

فرمایا :-

"کیوں نہیں آیا تمہارا خیال - میں تمہیں بھی اپنے پاس بلا لوں گا - تم نے یہاں رہ کر کیا کرنا ہے"

یہ سن کر میں ہنس پڑی اور کہا :-

"اچھا - پھر ٹھیک ہے"۔

شام کے وقت تقریباً پانچ سے چھ بجے کے درمیان حضور لیٹے لیٹے دعا میں مشغول رہے - میں کسی کام کی غرض سے دو بار پلنگ کے قریب آئی تو اشارے سے مجھے بات کرنے سے منع فرمایا - بیماری میں زیادہ بات چیت سے حضور کو منع کیا گیا تھا - اگر آپ کو میں کبھی بات کرنے سے منع کرتی تو آپ مسکراتے ہوئے بچوں کی طرح مُنہ پر انگلی رکھ لیتے اور خاموش ہو جاتے۔

اس روز شام کے وقت آپ کافی دیر تک ڈاکٹر نوری صاحب اور ڈاکٹر مبشر صاحب سے باتیں کرتے رہے۔ مجھے خیال آیا کہ آپ کہیں تھک نہ جائیں۔ اس لئے میں نے ڈاکٹر مبشر صاحب سے آہستہ سے کہا کہ بہت دیر ہو گئی ہے - آپ کو باتیں کرتے ہوئے - پوچھنے لگے کیا کہہ رہی ہیں؟ جب انہوں نے بتایا تو فرمایا:-

"آج تو میرے چلنے کا دن تھا (ڈاکٹری SCHEDULE کے مطابق اس دن انہیں چند قدم کمرے میں چلانے کے لئے کہا گیا تھا) مجھے باتیں کرنے دو"۔

قریباً پونے بارہ بجے آپ نے عزیزہ شکری اور عزیزہ نصرت کو رخصت کیا کیونکہ انہوں نے صبح ربوہ جانا تھا۔ ان کے جانے کے بعد پھر آپ مجھ سے باتیں کرتے رہے۔ اب آواز میں کمزوری آتی جا رہی تھی - میں نے سمجھا شاید نیند آنے کی وجہ سے آپ کی آواز مدھم ہو رہی ہے - میرا ہاتھ پکڑ کر آپ اپنے سینہ پر کچھ دیر ملتے رہے۔ شاید تکلیف کا کوئی احساس ہو رہا تھا۔ بارہ بجنے میں شاید دو چار ہی منٹ ہوں گے کہ آپ کروٹ لیتے ہوئے اور بات کرتے ہوئے اچانک رک

گئے ۔ میں نے آپ کے چہرے کی طرف دیکھا تو یہی کہا کہ "آپ مذاق کر رہے ہیں مجھے ڈرا رہے ہیں"۔ لیکن آپ نے کوئی جواب نہ دیا تو میں گھبرا گئی اور فوراً کمرے سے باہر جا کر ڈاکٹر بلوانے کے لئے کہا۔ واپس آکر آپ کو پھر دیکھا۔ مجھے نبض محسوس نہ ہوئی۔ اتنے میں باقی سب ڈاکٹرز بھی آگئے اور پھر قریباً آدھے پونے گھنٹے تک وہ ہر قسم کی کوششیں کرتے رہے۔

دل کی حرکت بحال کرنے کے لئے ELECTRIC SHOCKS کئی بار دیئے گئے شروع میں چند مرتبہ تو ایسا ہوا کہ دل کی حرکت چند لمحوں کے لئے نارمل ہو جاتی لیکن پھر فوراً ہی VENTICICULAR FIBRILATIONS شروع ہو جاتیں۔ اسی اثناء میں مختلف دواؤں کے ٹیکے BICARBONATE SOLUCORTEF اور ADRENALINE وغیرہ اور آکسیجن بھی دی جاتی رہی۔ لیکن پھر ہر چیز کا اثر ہونا بند ہو گیا۔

الٰہی تقدیر کے سامنے سب بے بس تھے۔ پونے ایک بجے کے قریب ڈاکٹروں نے حضور کی وفات کی خبر باہر دے دی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔

حضور کو اسلام آباد میں ہی غسل دیئے جانے کا فیصلہ ہوا۔ وفات کے تھوڑی دیر بعد ہی عزیزم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کمرے میں آئے اور غسل دیئے جانے کے لئے مجھ سے پوچھا۔ میں ذہنی طور پر تیار نہ تھی۔ میں نے کہا ابھی ٹھہریں - آپ خاموشی سے باہر چلے گئے۔ میرے ساتھ جو عزیز خاتون بیٹھی تھیں انہوں نے مجھ سے کہا کہ دو تین بار ایسا ہوا کہ آپ آتے، مجھ سے پوچھتے۔ میں انکار کرتی تو

آپ خاموشی سے باہر چلے جاتے ۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ میرا ذہن اس بات کیلئے تیار نہ ہو رہا تھا ۔ مجھے گھبراہٹ تھی کہ اتنی جلدی کیوں؟ لیکن پھر یاد ہے کہ جب آپ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد آکر مجھ سے دوبارہ پوچھتے تو آخر میں نے کہا ۔ اچھا ۔

بعد میں جس بات کا میرے دل پر اثر ہوا وہ یہ تھی کہ اگرچہ اس موقع پر وقت ضائع کرنے کی گنجائش نہ تھی لیکن جو ذہنی کیفیت اس وقت میری تھی اس کے پیش نظر آپ بڑے تحمل اور صبر سے میرے انکار کرنے پر واپس چلے جاتے اور دوسری کوئی بات نہ کہتے ۔

اسلام آباد سے واپسی کا سفر میرے لئے زندگی کا کربناک ترین سفر تھا ۔ میرے ساتھ موٹر میں صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ آئیں ۔ اگلی سیٹ پر عزیزم میاں انس احمد صاحب اور رحمت صاحب ڈرائیور تھے ۔

میرے ساتھ اسی موٹر میں جب چند دن پہلے ہم اسلام آباد آئے تو حضور تشریف فرما تھے اور اب وہ میرے ساتھ نہ تھے ۔ میں بے چین ہو ہو کر اس ڈبے کو دیکھنے کی کوشش کرتی جس میں آپ کا جنازہ رکھا ہوا تھا ۔

گیارہ ، ساڑھے گیارہ بجے ہم ربوہ پہنچ گئے ۔ ہمارے کمرے میں ہر چیز ویسے ہی پڑی تھی جیسے ہم چھوڑ کر گئے تھے لیکن پھر بھی سب کچھ کتنا بدل گیا تھا ۔

حضور کا جنازہ حضور کے دفتر کے بالمقابل ایک کمرے میں رکھا گیا اور پھر بڑے ہال میں رکھا گیا ۔ میں کبھی آپ کے پاس جا کر بیٹھتی اور کبھی اپنے کمرے میں آجاتی ۔

دس جون کو جب آپ کا جنازہ ابھی ہال کمرے میں ہی رکھا ہوا تھا میں اپنے کمرے کے ساتھ والے کمرے میں بیٹھی تھی ۔ مجھے نیند نہ آتی تھی لیکن چند لمحوں کے

لئے میری آنکھیں بند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دیکھا کہ آپ کمرے کے دروازے تک آئے ہیں۔ آپ کے ساتھ ایک اور شخص ہے ۔ ۔ ۔ ۔ سہارا۔ آپ نے دروازے میں کھڑے ہو کر مجھے دیکھا اور فرمایا۔"سو گئی ہے! رو تو ہیں ، ۔ ۔ ۔ ۔ چلے گئے۔

آپ کی علالت کے دوران ایک روز میں نے جبکہ میں آپ کے قریب تھی یہ نظارہ دیکھا کہ میرے سامنے ایک سفید کاغذ آیا جس پر کسی پروگرام کا شیڈول لکھا ہوا ہے۔ میں اس کے درمیان میں سے صرف دو باتیں پڑھ سکی۔"ڈیڑھ بجے" اور "جنازہ" ۔ اُس وقت میری طبیعت پر اس نظارے کا بہت اثر ہوا اور میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے ۔ آپ باتیں کر رہے تھے میں نے آپ سے اس کا ذکر نہ کیا۔

دس جون کو ڈیڑھ بجے دوپہر انتخاب خلافت کا وقت مقرر ہوا اور اس کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بعد نماز عصر آپ کا جنازہ پڑھایا۔

گھر سے جب آپ رخصت ہوئے تو میں وہی دعائیں پڑھتی رہی جو سفر کے وقت آپ پڑھا کرتے تھے۔

روزمرہ کا معمول اور عادات

صبح نماز کے لئے اُٹھتے تو قہوہ پیتے جو کہ رات کو ہی تھرماس میں بنوا کر کمرے میں رکھا ہوتا۔ ایسی خاموشی سے اُٹھتے کہ مجھے آپ کے اُٹھنے کا بالکل پتہ نہ چلتا۔ صبح کی نماز کے بعد آپ کچھ دیر آرام فرماتے اور پھر پورے ۹ بجے صبح ناشتہ

فرماتے ۔ ناشتے میں براؤن بریڈ کے ۲ ٹوسٹ ، ۲ انڈے SCRAMBLED
یا اُبلے ہوئے ۔ سویا ساس اور سیاہ مرچ کے ساتھ ، چائے کے ۲ کپ
لیتے ۔ ایک کپ میں شہد استعمال فرماتے اور ایک میں ROYAL JELLY ۔ اس
کے علاوہ اپنی دوائیں ۔ سویا لیسی تھین اور VITAMINS A-E وغیرہ لیتے ۔
DIABENESE کی ایک گولی ناشتے سے پہلے لیتے ۔ آپ نہایت آہستگی سے
چھوٹے لقمے لے کر اور بہت چبا کر کھانا کھاتے ۔ اس دوران گفتگو بھی فرماتے اور
قریباً ایک گھنٹے میں کھانا مکمل ہوتا ۔ دوپہر اور رات کا کھانا ہی عموماً ۲ ایسے
اوقات ہوتے جب آپ اپنے بچوں سے گفتگو فرماتے ۔ آپ کو کھانوں کے دوران
وقفے میں کھانے پینے کی بالکل عادت نہ تھی ۔ فرماتے NOTHING IN BETWEEN
MEALS دوپہر کا کھانا ظہر کی نماز کے بعد تناول فرماتے اور رات کا عشاء کے
بعد ۔ ہر دو کھانوں میں دہی شوق سے استعمال فرماتے ۔ دونوں وقت آپ اپنی پانچ
اناجوں سے بنی ہوئی روٹی تناول فرماتے ۔ ایک کھانے پر ایک چپاتی استعمال فرماتے
بعض اوقات اس میں سے بھی کچھ بچ جاتی ۔ کھانا بے مرچ اور گوشت نہایت نرم پکا
ہوا استعمال فرماتے ۔ مرغ کے گوشت میں اس کی پشت کی ہڈی کی گہرائی میں واقع
گوشت کی چھوٹی سی بوٹی آپ کو پسند تھی ۔ پھلوں میں سیب زیادہ پسند تھا ۔ ایک
مرتبہ پھیکا خربوزہ کھاتے ہوئے فرمایا ۔

" یہ اللہ تعالیٰ نے ذیابیطس کے مریضوں کے لئے بنایا ہے "

پھلوں کے جوس شوق سے استعمال فرماتے ۔ ORANGE ، گریپ فروٹ اور
سیب کا جوس زیادہ پسند تھا ۔

سخت ٹھنڈے دودھ میں 7UP ملا کر تیار کردہ مشروب آپ کو پسند تھا۔ اس کے علاوہ GINGERALE اور BITTER TONIC بھی استعمال فرماتے۔ پنیر شوق سے استعمال فرماتے۔ شام کی چائے عصر کی نماز کے بعد لیتے۔ چائے کے ساتھ NUTS (نمک چڑھے بادام اور پستہ وغیرہ)، بسکٹ، آلو کے چپس، مکھانے وغیرہ تھوڑی تھوڑی مقدار میں استعمال فرماتے۔ بسکٹوں میں DIGESTIVE اور BUTTER PUFF زیادہ پسند تھے۔ چائے میں شہد استعمال فرماتے۔ اگر خون میں شکر زیادہ ہو جاتی تو پھر چائے میں شہد کم کر دیتے اور ایک پیالی پھیکی اور ایک شہد والی پیتے۔

غذا نپی تلی تھی اور اس میں بے اعتدالی کو پسند نہ فرماتے۔ رات سونے سے قبل ایک مگ دودھ استعمال فرماتے۔ اپنی بھینسوں کے دودھ کے علاوہ کوئی دودھ پسند نہ آتا۔ اسلام آباد میں آخری علالت میں اسی وجہ سے باوجود میرے اصرار کے دودھ پینے سے انکار کر دیتے۔

ہر کھانے اور چائے کے بعد اپنے مُنہ اور DENTURE کی صفائی فرماتے۔ دانتوں کے لئے SOFT برش استعمال فرماتے۔ ٹوتھ پیسٹوں میں فارہنس اور میکلینس استعمال فرماتے۔ KOLYNOS لونگ کے تیل والی ٹوتھ پیسٹ بہت پسند تھی۔ آخری علالت میں مجھ سے فرمایا کہ وہ منگواؤ، مگر وہ مل نہ سکی۔

خلافت سے قبل پان کھاتے تھے۔ وفات سے ایک دو روز قبل میں نے آپ کے دانتوں پر پان کے نشان دیکھتے ہوئے پوچھا کہ آپ پان کھاتے تھے؟ فرمایا "ہاں! اور میری WILL POWER دیکھو کہ ایک روز ارادہ کیا کہ نہیں کھانے، اور پھر نہیں کھائے۔"

صفائی کا بہت خیال رکھتے۔ ہفتے میں تین مرتبہ غسل فرماتے اور کپڑے تبدیل فرماتے۔ جمعہ، اتوار اور بدھ کو۔ بعض اوقات چار مرتبہ بھی کپڑے تبدیل فرما لیتے سفید لٹھے کی شلوار اور قمیض پہنتے۔ قمیض کا گریبان ہائی نک طرز پر ہوتا۔ بنیان آدھی آستین والی استعمال فرماتے۔ آرام کرتے وقت کھلی موری کا پاجامہ استعمال فرماتے۔

پگڑی کی لمبائی پورے سات گز رکھواتے۔ پگڑی میں کلف مناسب حد تک پسند فرماتے۔ نہ بہت زیادہ اور نہ بہت کم۔ نہایت نفاست سے اور سلیقے سے بیٹھ کر پگڑی باندھتے۔ اچھی اچکنیں شوق سے تیار کرواتے اور آپ کے پاس بہت سی نفیس اچکنیں تھیں۔ عام استعمال میں دو تین اچکنیں ہی رہتیں۔ خوشبو کا استعمال بہت فرماتے۔ عام طور پر ہر نماز پر جانے سے قبل اور دفتر جاتے ہوئے اور ویسے بھی کئی مرتبہ خوشبو لگاتے۔ آخری دنوں میں YASMINE BRUTE ARAMIS اور چند ایک دوسرے عطر استعمال فرماتے رہے۔ ARAMIS کی خوشبو پسند تھی۔ سر کے بالوں میں چنبیلی کا تیل لگاتے۔ میں نے ایک مرتبہ عرض کیا آپ کے بال بہت نرم ہیں۔ فرمایا۔ "میں چنبیلی کا تیل جو لگاتا ہوں"۔

نماز عام طور پر کھڑے ہو کر ادا فرماتے۔ اگر کبھی بیٹھ کر ادا کرنی ہوتی تو پھر کمرے میں بچھے ہوئے چوکے پر بیٹھ کر ادا فرماتے۔ ورنہ عام طور پر آپ نماز DRESSING ROOM میں بچھے ہوئے جائے نماز پر تنہائی میں ادا فرماتے۔ نماز پڑھتے ہوئے چہرے پہ انتہائی جذب اور رقت کا تاثر ہوتا۔

رنگوں میں آپ کو ہلکے رنگ پسند تھے۔ انگوری اور براؤن رنگ خاص طور پر پسند تھے۔

گرمیوں میں کاٹن کی جرابیں استعمال فرماتے۔ نائلون کی پسند نہ تھیں۔ جو جوتا باہر پہنتے وہ کمرے میں نہ لے کر آتے بلکہ اسے باہر ہی اتار دیتے۔
ناخن نہایت صفائی اور خوبصورتی سے تراشتے۔ یوں لگتا جیسے پرکار رکھ کر انہیں تراشا ہو۔

EXERCISE کے لئے اپنے DRESSING ROOM میں رکھی ہوئی BICYCLE استعمال فرماتے۔ فوٹوگرافی کا بہت شوق تھا۔ نہایت اعلیٰ تصویریں کھینچتے اور اس بات کا خاص خیال رکھتے کہ کس زاویے (ANGLE) سے تصویر اچھی آئے گی۔ پہلے عام نظر سے جائزہ لیتے اور انگلی کے اشارے کے ساتھ چہرے کو گھمانے کے لئے کہتے اور جب مناسب سمجھتے رک کر تصویر کھینچ لیتے۔ آپ LIQUA - M3 کیمرہ استعمال فرماتے۔ اور اس میں فلم وغیرہ خود ہی ڈالتے اور نکالتے تھے۔

حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی وفات کے بعد سے ہر جمعہ کو عصر کی نماز کے بعد بہشتی مقبرہ جاتے۔
سیر کے لئے اکثر اپنی زمینوں پر احمد نگر جاتے اور زمینداری کے کاموں میں دلچسپی لیتے۔ اپنے پالے ہوئے گھوڑوں کو اکثر دیکھنے کے لئے اصطبل میں جاتے۔ ان کے ساتھ پیار سے باتیں کرتے اور انہیں اپنے ہاتھ سے چارہ کھلاتے جانور بھی آپ سے اتنے مانوس تھے کہ آپ کے اصطبل میں آتے ہی وہ اپنے باڑوں میں سے گردنیں باہر نکال کر کھڑے ہو جاتے۔
مختصراً یہ کہ آپ نے ایک بھرپور، فعال اور کارآمد زندگی گزاری اور

قدم قدم پر اپنے رب کی رضا کی جستجو کرتے رہے۔

جب کوئی سیرت نگار حضور کی سیرت پر قلم اٹھائے گا تو اس کا انداز یقیناً اس انداز سے مختلف ہوگا جس سے میں نے قارئین کو حضور کی سیرت کی چند جھلکیاں دکھائی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے صرف اپنے ذاتی تجربہ اور زاویہ نگاہ سے حضور کی سیرت پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے اور وہی باتیں بیان کی ہیں جو میرے ساتھ تعلق میں واقعۃً پیش آئیں۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ کئی پہلوؤں سے یہ مضمون نامکمل رہے۔ لیکن یہ بھی ہے کہ کئی پہلوؤں سے یہ مضمون منفرد ہوگا۔

سیرت کے چند اور نمایاں پہلو

اللہ تعالیٰ سے قربِ و محبت کا تعلق اور خشیتِ الٰہی

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے ترین بندے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتا ہے :-

ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی. فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ (سورۃ نجم آیت ۹، ۱۰)

ترجمہ :- اور وہ (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بندوں کے اس اضطراب کو دیکھ کر اور ان پر رحم کر کے خدا سے ملنے کے لئے) اس کے قریب ہوئے اور وہ (خدا) بھی (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے شوق میں) اُوپر سے نیچے آگیا۔

اور وہ دونوں دو کمانوں کے متحدہ وتر کی شکل میں تبدیل ہو گئے اور ہوتے ہوتے اس سے بھی زیادہ قرب کی صورت اختیار کر لی "

ہر انسان جو اس دنیا میں آتا ہے اس کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات رکھ

دی ہے کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے رب کے ساتھ محبت کرتا ہے اور اس کی روح دانستہ یا نادانستہ طور پر اپنے مالکِ حقیقی کے وصل کی کوشش کرتی ہے۔ پھر اپنی استعداد، ماحول اور تربیت کے مطابق وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو حاصل کرتا ہے۔

بنی نوع انسان میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کی سب سے زیادہ فطری استعداد جس ہستی کو ملی وہ ہمارے پیارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپؐ کے بعد آپؐ کے غلام آپ ہی کے رنگ میں رنگین ہو کر اپنی اپنی استعداد کے مطابق اللہ تعالیٰ کی محبت کو پاتے ہیں۔ اگرچہ ہر انسان کا تعلق اپنے رب سے ایک "ذاتی تعلق" ہوتا ہے۔ اور دوسرے انسان اس کی حقیقت کو نہیں پا سکتے۔ لیکن بعض اوقات کبھی کبھی اس تعلق کا کچھ اظہار ظاہر میں بھی ہو جاتا ہے۔

حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث) کا اپنے رب کے ساتھ تعلق حقیقت میں اپنے اندر کتنی گہرائی اور وسعت رکھتا تھا۔ اس کی تفصیل تو نہ میں جانتی ہوں اور نہ بیان کرنے کی طاقت رکھتی ہوں لیکن آج بھی میرے کانوں میں اپنی تقاریر اور خطبات میں آپ کا بارہا کہا ہوا ایک لفظ شیرینی گھولتا ہے۔ کس محبت سے آپ "ربّ" کا لفظ ادا کیا کرتے تھے۔ اور ادائیگی کے اس انداز میں ہی بہت کچھ آجاتا تھا۔ آپ کی زندگی کا مقصد، اور آپ کے دل کی تڑپ صرف یہی تھی کہ دنیا میں "توحید خالص" کا قیام ہو۔ اور ساری دنیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو جائے۔ سو اپنے رب کے حضور یہی التجا کرتے ہیں:۔

"اے ہمارے اللہ! ہمارے پیارے رب! تو ایسا کر کہ تیرے یہ کمزور اور بے مایہ بندے تیرے لئے بنی نوع کے دل جیت لیں اور

تیرے قدموں میں انہیں لا ڈالیں۔ ایسا کر کہ تا ابد دنیا کے ہر گھر اور ان گھروں میں بسنے والے ہر دل سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی صدا اور دُنیا کی ہر زبان سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوتا رہے۔"
(از جلسہ سالانہ کی دعائیں صـ۱)

پھر اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرتے ہیں:۔

"اے ہمارے رحمٰن! ان ہی ہاتھوں کو اپنی رحمت سے یدِ بیضا کر دے۔ تیرا جمال اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حُسن دنیا پر چمکے اور تیرا جلال اور محمد رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی عظمت دنیا پر ظاہر ہو اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مغرور دشمن کا سَر نگوں اور شرمندہ کر دے۔"

آپ جب نماز ادا کر رہے ہوتے تو اس وقت آپ کے چہرے پر انتہائی رقت کا عالم ہوتا۔ مَیں نے کئی بار نماز پڑھتے ہُوئے آپ کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ آپ کے ماتھے پر پڑنے والی شکنوں سے محسوس ہوتا کہ آپ نے اپنی پوری توجہ اس طرف مبذول کی ہوئی ہے اور چہرے سے حقیقتاً ایسے لگ رہا ہوتا جیسے آپ رو رہے ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی عظمت اور خوف سے آپ کا دل کتنا لرزاں رہتا اور حضرت مسیح موعود سے آپ کو کس قدر محبت تھی اس کا کچھ اندازہ اس چھوٹے سے واقعہ سے ہو سکتا ہے۔

ہماری شادی سے چند روز قبل کسی نے ایک خواب دیکھی جو انہوں

نے حضور کی خدمت میں تحریر کی۔ اس خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میرا خیال رکھنے کی نصیحت فرمائی تھی۔ آپ اس خواب کو بہت اہمیت دیتے اور اکثر مجھ سے اس کا ذکر فرماتے۔

ایک روز میں نے ہنستے ہوئے ان سے کہا کہ "اب آپ مجھے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ میرے پاس بہت بڑی سفارش ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے میرا خیال رکھنے کے لئے فرمایا ہے۔ میرا یہ کہنا تھا کہ آپ ایکدم سنجیدہ ہو گئے اور چہرہ خشیتِ الٰہی سے بھر گیا۔ اور فرمایا "ہاں"۔ میں آپ کے چہرے کا تاثر دیکھ کر حیران سی رہ گئی۔

مجھ سے کئی بار فرمایا "الحمد" بہت پڑھا کرو۔"

خلافت سے محبّت

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی وفات کے بعد ایک روز میں نے اس بات پر غور کیا اور اس نتیجہ پہ پہنچی کہ جن افراد کو اللہ تعالیٰ نے مستقبل میں خلافت کے منصب اعلیٰ کے لئے منتخب فرمانا ہوتا ہے ان کو خلافت کے مقام کی سمجھ اور خلافت سے محبت عام انسانوں سے بہت بڑھ کر عطا فرماتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو دیکھیں تو حضرت مسیح موعودؑ کے لئے ان کی فدائیت پر رشک آتا ہے۔ ان کے متعلق اس سے زیادہ اور کیا کہنے کی ضرورت ہے جن کے لئے خود حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے فرمادیا ہے کہ ؎

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامّت نوردیں بودے

پھر حضرت مصلح موعود کے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے لئے فدائیت اور اطاعت کے بہت سے واقعات ملتے ہیں ۔ ایک چھوٹے سے واقعہ سے ہی ہر دو خلفاء کی اپنی اپنی جگہ پر اپنے آقا کے لئے محبت واضح ہو جاتی ہے ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل بیمار تھے ۔ حضرت مصلح موعود آپ کے پاس تشریف فرما تھے ۔ گھر سے پیغام ملا کہ بچے (حضرت مرزا ناصر احمد صاحب) کی طبیعت بہت ناساز ہے ۔ لیکن آپ نے مطلقاً اپنے بچے کی بیماری کی پرواہ نہ کی ۔ (جبکہ اس سے پہلے آپ کا ایک بچہ وفات پا چکا تھا اور اب یہی بچہ پہلوٹھی کا بچہ تھا) اور اپنے آقا کی بیمار پُرسی اور تیمارداری کو اوّل جانا ۔ ادھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا عشق حضرت مسیح موعود (آپ پر سلامتی ہو) سے اتنا زیادہ تھا کہ آپ برداشت نہ کر سکے کہ ان کی اولاد کو کوئی تکلیف ہو ۔ چنانچہ آپ نے حضرت مسیح موعود سے بچے کی نسبت یاد دلاتے ہوئے باصرار حضرت مصلح موعود کو بچے کی تیمارداری کے لئے بھجوا دیا ۔

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کو جو محبت حضرت مصلح موعود سے تھی وہ اس محبت سے کہیں زیادہ بڑھ کر تھی جو محبت ایک بچے کو اپنے بہت پیارے باپ سے ہوتی ہے ۔

ایک دفعہ اداس لہجے میں حضرت مصلح موعود کی وفات کے وقت جماعت کی صدمے کی حالت کا مجھ سے ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ "میں حضرت مصلح موعود کی زندگی میں تو ان کی وفات کے متعلق سوچنا بھی گناہ سمجھتا تھا"۔

پھر میں نے اطاعت و محبت کا یہی رنگ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے لئے دیکھا ۔ آپ نے حضور کی

وفات کے بعد ایک روز مجھ سے فرمایا:۔

"مجھے بھائی جان سے غلامانہ عشق تھا"

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا حضرت مصلح موعود سے گہری محبت کی عکاسی کرتا ہوا ایک واقعہ جو آپ نے خود مجھ سے بیان فرمایا۔ بیان کرتی ہوں۔ (میں شاید یہ واقعہ نہ لکھتی لیکن اس کی گہرائی میں جائیں تو حضور کی حضرت مصلح موعود سے ایسی گہری بے لوث محبت کی جھلک ملتی ہے جو عام محبتوں سے بہت بڑھ کر ہے اور محبت کی آخری قسم جس میں انسان محبوب کی خاطر اپنی ذات کو قطعاً فراموش کر دیتا ہے وہ اس میں نظر آتی ہے)

آپ نے بتایا کہ ایک مرتبہ جب آپ خدام الاحمدیہ میں کام کرتے تھے (آپ کی ایک والدہ نے آپ کے کام سے متعلق کسی معاملے کی حضرت مصلح موعود سے شکایت کر دی جو غلطی فہمی پر مبنی تھی) حضرت مصلح موعود آپ سے بہت سخت ناراض ہوئے۔ آپ کہتے ہیں کہ میں نے خاموشی سے وہ ساری ڈانٹ اور ناراضگی برداشت کر لی اور تردید نہ کی۔ صرف اس خیال سے کہ حضرت مصلح موعود کو تکلیف نہ پہنچے۔ آپ کے جو ساتھی تھے ان کو بھی آپ نے خود ہی تسلی تشفی دے دی۔

قبولیت دعا

بنی نوع انسان کے دکھوں کا درد اپنے سینے میں محسوس کرتے ہوئے آپ نے اپنے رب کے حضور ایک التجا کی۔ آپ نے فرمایا:۔

"میں نے آپ کی تسکین قلب کے لئے، آپ کے بار کو ہلکا کرنے

کے لئے آپ کی پریشانیوں کو دُور کرنے کے لئے اپنے ربّ رحیم سے
قبولیت دُعا کا نشان مانگا ہے۔ مجھے پورا یقین ہے اور پورا بھروسہ
ہے اس ذات پاک پر کہ وہ میری اس التجا کو ردّ نہیں کرے گا"
(الفضل ۳ر دسمبر ۱۹۶۵ء)

آپ کے دَورِ خلافت میں ساری جماعت نے قبولیت دُعا کے اَن گنت مظاہرے
دیکھے ان میں سے کچھ تو مختلف مضامین میں ضبط تحریر میں آچکے ہیں لیکن بے شمار
ایسے ہیں جو کہ صرف ذہنوں میں محفوظ ہیں۔

ایک روز آپ اپنے کمرے میں اپنے بستر پر تشریف فرما تھے۔ فرمایا:۔

"دیکھو اللہ تعالیٰ کا مجھ پر کتنا فضل ہے، مَیں تو اس کا عاجز بندہ
ہوں لیکن مَیں مُنہ سے نکال دیتا ہوں کہ بیٹا ہوگا اور وہ بیٹا دے
دیتا ہے"

یہ بات کہتے ہوئے آپ کا لہجہ، آپ کی آواز، آپ کے چہرے کا تاثر آج بھی
نظروں کے سامنے ہے۔ انتہائی عاجزانہ رویہ اور اپنے رب کی محبّت میں ڈوبا ہُوا
چہرہ تھا۔

چنانچہ بارہا ایسا ہوا کہ آپ نے بچے کے لئے صرف لڑکے کا ہی نام بتایا اور
لڑکا ہی ہوا۔ یا پھر بچی کا نام دیا تو بچی ہی پیدا ہوئی۔ یہ واقعات تو بے شمار ہیں۔
بہت سے گھروں میں جہاں سال ہا سال سے اولاد نہیں ہو رہی تھی آپ کی دعاؤں
کو قبول فرماتے ہُوئے اللہ تعالیٰ نے شادی کے کئی کئی سال بعد بچے عطا فرمائے۔
افریقہ کی ایک عورت کے ہاں شادی کے ۲۰ سال بعد جبکہ وہ اولاد پیدا کرنے کی عمر

سے بھی گزر چکی تھی، آپ کی دُعا کی برکت سے اولاد ہوئی۔

لاتعداد مریضوں کو اللہ تعالیٰ نے معجزانہ رنگ میں آپ کی دُعا کی برکت سے شفا عطا فرمائی۔ صرف ایک ناقابلِ یقین واقعہ پیش ہے۔

مولوی عبدالکریم صاحب کا ٹھگڑھی شاہد مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ MULTIPLE MYELOMA جیسی مہلک بیماری (کینسر کی ایک قسم) میں مبتلا ہو گئے۔ بیماری بالکل آخری حدوں تک پہنچ چکی تھی اور بے ہوشی طاری تھی۔ ڈاکٹر لاعلاج قرار دے چکے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں دُعا کے لئے عرض کیا گیا۔ آپ نے پیغام بھجوایا کہ:۔

"سچی بوٹی صبح شام دی جائے اور ہسپتال میں رہنے دیا جاوے
دعائیں خاص کی جا رہی ہیں"

چنانچہ احیائے موتیٰ کے معجزہ کے حامل حضرت مسیح موعود کے اس روحانی جانشین کی دعاؤں کی برکت سے حقیقتاً ایک مُردہ زندہ ہوا۔ اور پھر ان مولوی صاحب کو خدا تعالیٰ نے ۱۵، ۱۶ سال مزید زندگی عطا فرمائی۔

۱۹۷۶ء میں آپ گھوڑے سے گر گئے۔ کمر کے تین مہروں میں فریکچر تھا۔ فرمایا:۔

"ڈاکٹروں نے مجھے کہا کہ اب آپ کبھی بھی اکڑوں نہیں بیٹھ سکیں گے۔
مَیں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ خدایا میری ذمہ داریاں ایسی ہیں تو مجھے شفا دے۔"

تین ماہ تک آپ صاحبِ فراش رہے اور اس کے بعد معجزانہ رنگ میں اللہ تعالیٰ نے شفا دی اور آپ حسب سابق اپنی ذمہ داریاں ادا فرماتے رہے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

اپنے ساتھ گزرے ہوئے تھوڑے سے عرصہ کی رفاقت سے وابستہ بہت سی یادوں میں سے کچھ کو سپردِ قلم کر دیا ہے۔ جو آپ کی سیرت کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہیں۔

یہ ہستیاں ایسی تو نہیں ہوتیں کہ ہمارے جیسے عام انسان ان کی حسین سیرت کے سارے پہلوؤں کو دیکھ سکیں۔ سمجھ سکیں اور پھر بیان کر سکیں۔ اپنی اپنی توفیق کے مطابق جس کو جتنی توفیق ملتی ہے بیان کر دیتا ہے۔

سو ایک معمولی سی کوشش مَیں نے بھی کی ہے لیکن دل میں ایک بے چینی بھی ہے کہ ابھی تو آپ کی سیرت کے متعلق مَیں نے کچھ بھی نہیں لکھا ؛

نوٹ :-

اس مضمون میں حصّہ سوانح کی تیاری میں مندرجہ ذیل اخبارات و رسائل سے مدد لی گئی :-

۱ - روزنامہ الفضل حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نمبر
۲ - ماہنامہ خالد سیّدنا ناصر نمبر
۳ - " مصباح حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نمبر
۴ - " تشحیذ الاذہان حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نمبر
۵ - حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کتابچہ مرتبہ مولانا دوست محمد شاہد صاحب

نام کتاب ـــــــــ حضرت مرزا ناصر احمد
خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

مصنفہ ـــــــــ سیدہ طاہرہ صدیقہ ناصر

ناشر ـــــــــ لجنہ اماءِ اللہ ضلع کراچی

شمارہ نمبر ـــــــــ ۴۲

تعداد ـــــــــ ایک ہزار

کتابت ـــــــــ عبدالماجد

پرنٹر ـــــــــ دائی آئی پرنٹنگ پریس

ناصرِ دین! تری روحِ مقدس کو سلام
دینِ احمدؐ کی تب و تاب بڑھا دی تو نے
دے کے اسپین کو اللہ کے گھر کا تحفہ
ظلمتِ کفر میں اِک شمع جلا دی تو نے

(ثاقب زیروی)